مجلہ ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
اکتوبر 2005



تو کس کا ساتھ دے رہا ہے
اپنے نبی ﷺ کا یا اسکے دشمنوں کا
اداریہ



قرآنی برکات

فضائل و مسائل رمضان





توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

رمضان المبارک کی چند تقریبات

شاعرِ دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہدیۂ محبت

ہمارے سید و مولا ﷺ

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہ ۔۔۔ وَاللَّيْلُ دَجٰى مِنْ وَفْرَتِہ

سحر طاری ہوئی ہے آپ کے ماتھے کی طلعت سے ۔۔۔ یہ رونق رات نے پائی ہے زلفوں کی عنایت سے

فَاقَ الرُّسُلَا فَضْلًا وَّعُلًا ۔۔۔ اَهْدَى السُّبُلَا لِدَلَالَتِہ

بزرگی میں و سبقت لے گئے سارے رسولوں پر ۔۔۔ کھلے رستے دین کے روشن ہوئے ان کی ہدایت سے

كَنْزُ الْكَرَمِ مَوْلَى النِّعَمِ ۔۔۔ هَادِي الْاُمَمِ لِشَرِيْعَتِہ

خزانے بخششوں کے رحمتوں کے ملک ہیں ان کی ۔۔۔ ہدایت یاب ساری امتیں ان کی شریعت سے

اَزْكَى النَّسَبِ اَعْلَى الْحَسَبِ ۔۔۔ كُلُّ الْعَرَبِ[1] فِيْ خِدْمَتِہ

نسب ان کا حسب ان کا بہت ارفع بہت اعلیٰ ۔۔۔ شرف پایا ہے سارے عالموں[2] نے ان کی خدمت سے

سَعَتِ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ ۔۔۔ شُقَّ الْقَمَرُ[3] بِاِشَارَتِہ

شجر خدمت کو ان کے آئے پتھروں نے بات کی ان سے ۔۔۔ قمر شق ہو گیا ہے ان کی انگشت شہادت سے

جِبْرِيْلُ اَتٰى لَيْلَةَ اَسْرٰى ۔۔۔ وَالرَّبُّ دَعَا لِحَضْرَتِہ

شب معراج ان کے پاس جبریل امیں آئے ۔۔۔ بلایا رب نے ان کو عرش پر اپنی عنایت سے

نَالَ الشَّرَفَا وَاللّٰهُ عَفَا ۔۔۔ عَمَّا سَلَفَا مِنْ اُمَّتِہ

انہی کے واسطے سے سب شرف پایا ہے لوگوں نے ۔۔۔ گناہ سب دور فرمائے ہیں رب نے ان کی امت کے

فَمُحَمَّدُنَا هُوَ سَيِّدُنَا

ہمارے سید و مولا محمد ہیں محمد ہیں

وَالْعِزُّ لَنَا لِاِجَابَتِہ

کہ عزت ہے ہمارے واسطے ان کی اطاعت سے

منظوم ترجمہ
حکیم سرو سہارنپوری

۱۔ ملکیت ۲۔ زمانے، ادوار ۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے فرمادیا

غلبۂ دینِ حق کی عظیم تحریک شیرانِ اسلام کا ترجمان

مجلہ ماہنامہ الحقیقہ پاکستان

رمضان سنہ ١٤٢٦ھ اکتوبر سنہ 2005 جلد نمبر 6 شمارہ نمبر 1

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے نبی جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو

فہرست

زرِ تعاون

پاکستان فی پرچہ 15 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/150

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

پبلشرز: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ سے چھپوا کر مرکزی دفتر بمجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ فون 0542-451734 نارووال سے شائع کیا

رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس - ۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمة الحقیقه **اداریه**

یہ گھڑی محشر کی ہے، تو عرصۂ محشر میں ہے   پیش کر، غافل! عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

اے خدا کی رحمتوں اور نبی ﷺ کی برکتوں سے مالا مال ہونے والے امتی، بول، (پیرِ حق اعلیٰ کے قلم سے)

تو کس کا ساتھ دے رہا ہے

اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اس صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا

کاش! تجھے اپنے کلمے کا ہی پاس ہوتا

ہاں ہاں وہ نبی محترم، وہ رسول محتشم، وہ ہادی اعظم، وہ محسنِ اُمم، وہ حامی بیکساں، وہ چارہ بیچارگاں، وہ باعثِ کون ومکاں، وہ طبیبِ قلب وجاں، وہ شافعِ روزِ محشر، وہ مالکِ تسنیم وکوثر ﷺ

جس نے تجھے قرآنِ پاک لا کر دیا،

جس نے تجھے وحشت ودرندگی سے نکال کر انسانیت سے نوازا،

جس نے تجھے قعرِ مذلت سے اٹھا کر عزت وآبرو کے تخت پر بٹھایا

جس نے تیری پیشانی کو بت پرستی کی ذلت سے بچایا

جس نے تجھے 'خیرامت' ٹھہرایا اور اقوامِ عالم کی قیادت کا تاج پہنایا

کیا تجھے اس رحیم وکریم آقا علیہ التحیۃ والثنا کا ایک احسان بھی یاد نہیں،

کیا تجھے یہ بات بھی بالکل یاد نہیں کہ وہ تیرے ہی وجود کا نہیں بلکہ ساری بزمِ ہستی کی نمود کا اصل سبب بھی ہے۔ کیا تجھے اس بات کا علم

نہیں کہ زندگی اس کی اطاعت میں گزاری جائے تو فانی انسان لافانی بن جاتا ہے، اس کے عشق میں جان دینے والا حیاتِ جاوداں سے بہرہ ور ہو جاتا ہے اور اس کی محبت زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ، بقا کا کامیاب ترین ذریعہ، ایمان کی بنیاد اور دین کا حاصل ہے۔

اے وفا ناشناس مسلمان! کیا تو نے لاہوری قلندر کا یہ شعر نہیں سنا

کی محمد سے وفا تو نے ، تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

افسوس! جس وفاداری پر دین و دنیا کی ہر دولت و نعمت کے حصول کا دارومدار ہے، تو اسی سے غافل ہے اور اس غفلت کی نحوست کی بنا پر کائنات کے مطلع اول ﷺ اور ہستی کے مرجع اعظم ﷺ کے در سے دور ہو کر دربدر مارا مارا پھر رہا ہے، مگر کہیں پناہ نہیں مل رہی۔ ذلیل ترین انسانوں سے، ذلت و رسوائی کا لباس اوڑھ کر، عزت و امن کی بھیک مانگتا ہے اور وہ تجھے نہایت حقیر سمجھ کر تیری منت سماجت کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور تیرے کاسہ گدائی کو خالی لوٹا دیتے ہیں۔ فی الواقع رحمۃ للعلمین ﷺ کے درِ رحمت سے پھرنے والے یونہی ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ جیسے تو ہو رہا ہے اور دنیا میں انہیں کہیں امان و سکون نہیں ملتا، جیسے تجھے نہیں مل رہا۔ سچ کہا ہے ان کے ایک عاشقِ صادق نے

جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یونہی خوار پھرتے ہیں!

یہ تیری کیسی جہالت و سفاہت ہے کہ جن کے پاس دو جہاں کی ہر دولت و نعمت ہے، تو انہیں سے مانگنا نہیں چاہتا، وہ تجھے پیار سے بلاتے ہیں اور تو دنیا کے ہنگامہ ہائے حرص و آز میں ایسا گم ہے کہ انہیں کی صدائے رحمت کو تیرے کان نہیں سن سکتے اور اس کے برعکس دشمن تیرے پاس تیری تھوڑی سی پونجی کو بھی برداشت نہیں کرتے اور دن رات اسے لوٹنے کی فکر میں منصوبہ بندی کرتے رہتے ہیں، تو انہیں سے مانگتا ہے اور اس مانگنے کو سعادت و کامرانی سمجھتا ہے، حقیقت کیا ہے اور تیری سوچ اس سے کتنی دور ہے۔ کاش تو اپنے نبی ﷺ سے اتنا دور اور ایسا بے پروانہ ہوتا۔ کاش دشمنوں سے عزت مانگ کر تو اتنا ذلیل نہ ہوتا۔ کاش ان کی ہاں میں ہاں ملا کر خود ان کی نظر میں ایسا بے آبرو نہ ہوتا۔

اے نبی رحمت (ﷺ) کے غلام، تجھے حق کا علمبردار ہونا تھا۔ تجھے ظالموں کے مقابلے میں مظلوموں کا ساتھ دینا تھا۔ تجھے دہشت گردوں کے ہاتھوں مضطرب انسانیت کی نجات کا وسیلہ بننا تھا۔ تجھے نوع انسان کے حقوق غصب کرنے والوں کو للکارنا تھا، تجھے امن و امان کے دشمنوں سے نبرد آزما ہونا تھا۔ ارے او اپنے آپ کو نہ پہچاننے والے مسلمان تُو تو اپنے اللہ کا سپاہی اور روئے زمین کے باسیوں کے لئے اس کے نبی رحمت ﷺ کا پیغام رحمت ہے مگر افسوس تو نے خود کو پہچانا ہی نہیں، بقول حکیم الامت

تو مردِ میداں ، تو میرِ لشکر — نوری، حضوری، تیرے سپاہی
کچھ قدر اپنی تو نے نہ جانی — یہ بے سوادی ، یہ کم نگاہی

خدا اور سول ﷺ کے دشمن، دین حق کے دشمن، تیری عزت و آبرو اور ہر نعمت و برکت کے دشمن (بلکہ خود اپنے دشمن) ہر طرف دندناتے پھر رہے ہیں، وہ منہ پر تجھے گالیاں دیتے ہیں، تیرے دین کا مذاق اڑاتے ہیں، قرآن پاک کی بدترین توہین کرتے ہیں، ایسے ایسے ظلم ایجاد کرتے ہیں کہ خود شیطان بھی پناہ مانگے، ساری دنیا میں سب سے بڑے دہشت گرد ہونے کے باوجود مظلوم و مقہور مسلمانوں کو دہشتگرد کہتے ہیں اور تُو ہے کہ بے سوچے سمجھے ان کی زبانِ ناحق ترجمان پر ایمان بالغیب رکھتا ہے۔ وہ جرائم کا ارتکاب کر کے اقرار نہیں کرتے اور تو اتنا دہشت زدہ ہے کہ ارتکاب نہ کر کے بھی (ناکردہ) جرائم کا اقرار کرتا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ ظلم و ستم کے مکروہ ترین مجسموں سے بریت کا اظہار کرتا، اعدا کے مقابلے میں پاؤں پر کھڑا ہوتا، اپنی قوم کو متحد و منظم کر کے اسے جذبہ جہاد سے سرشار کرتا اور دشمنوں کو پسپا کرتا یا کم از کم ان سے صلح و دوستی کا دم نہ

بھرتا، تو نے الٹا ان کی خوشامد شروع کر دی، ان کی دہشت گردی کو برداشت کیا بلکہ اسے حق بجانب قرار دیا۔

ایسا کیوں ہوا، اس لئے کہ تو نے اپنے نبی رحمت ﷺ کے احسانات کو بھلا دیا، ان کی اطاعت سے منہ پھیرا اور ان کی غیرت سے محروم ہو گیا۔ افسوس ایسا آقا! جس کے احسانات موسلا دھار بارش کی طرح ہیں، جس کی رحمت کا سائبان ہر وقت تیرے سر پر سایہ کناں ہے، جس کا در بار رات دن کھلا ہے، جس کے ٹکڑوں پر تیری گزر اوقات ہے، جس نے ہر مشکل میں تیرا ساتھ دیا اور ہر مصیبت کو تجھ سے ٹالا، تو پھر بھی ایسے محسن و کریم ﷺ سے گریزاں ہو تو اسے تیری بدبختی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔ پھر کیا کہنے ان کے اس کرم کے، انہیں تیری اس بے وفائی ہی سے پریشانی نہیں، بے وفائی کے نتیجے میں جو تیری تذلیل ہو رہی ہے، اس سے بھی دکھ ہے۔ کیا دنیا میں اور کسی ایسے کریم کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو نفسی نفسی کی دنیا ہے، یہاں تو ہر طرف انا و لا غیری کا شور شرابا ہے، یہاں تو چند ٹکوں کی خاطر بھائی بھائی کے سر پر تلوار چلا رہا ہے، پسند کے رشتے میں رکاوٹ دیکھ کر بیٹیاں اپنے پورے خاندان کو نذر آتش کر رہی ہیں، یہاں تو عشق یا فسق میں ڈوبی ہوئی ماں اولاد کو ذبح کر رہی ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو، کتنی مائیں ہیں جو بیٹے کی نافرمانی اور منہ زوری پر بھی اسے دعائیں دیتی ہوں گی۔ ہاں ہاں اس دنیا میں ایک ہی حبیب ﷺ ایسا ہے جو قاتلوں کو بھی زندگی کا پیغام دیتا ہے اور جان کے دشمنوں کے لئے بھی سراپا رحمت و شفقت ہے۔

ہاں ہاں ایسے مالک و مختار (ﷺ) سے، جس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے سب خزانوں کی چابیاں رکھ دی ہوں اور ایسے سخی و کریم ﷺ سے جو کسی سائل کو کبھی 'نہ' نہ کہتا ہو، منہ پھیرنا یقیناً اپنا ہی نقصان، اپنی ہی محرومی اور اپنی ہی شومئی قسمت ہے۔

ایسے کریم نبی ﷺ کے ایسے غافل امتی، کیا تجھے یاد نہیں رہا تیرا نبی علیہ الصلوۃ والسلام ایسا مہربان ہے کہ اس نے ہر ہر موڑ پر تجھے یاد رکھا، تیرے لئے دعائیں کیں اور تیرے لئے رحیم و رحمٰن رب سے وعدہ ہائے لطف و کرم اور پیمان ہائے احسان و غفران لئے، کیا تجھے یہ روایت بھول گئی ہے کہ اس محبوب ﷺ نے دنیا میں قدم رنجہ فرماتے ہی اپنے سچے معبودِ واحد و یکتا کو سجدہ کیا اور امت کے لئے دعائے بخشش فرمائی۔ کیا تجھے یاد نہیں۔ ایک نئی امت کے قیام اور نئے دین کے انتظام و انصرام کے لئے اس محبوب ﷺ نے مکہ و طائف کی گلیوں بازاروں بلکہ خاص حرم شریف کی دیواروں کے سائے میں کیا کیا ستم سہے، کیا تجھے علم نہیں کہ شرک و کفر کے محاصرے میں پھنسی ہوئی قوموں کو آزاد کرانے کیلئے اس نے شعب ابی طالب میں محصور ہو کر رہنا گوارا کر لیا، کیا تو نے سنا نہیں حق کی عظمت کا احساس دلانے کے لئے اس محافظِ انسانیت ﷺ نے کن حالات میں مکہ چھوڑا، غارِ ثور میں تین راتیں گزاریں، ایک طویل سفر طے کر کے مدینہ منورہ کو اپنی قیام گاہ بنایا اور پھر امت کی دائمی و ہمہ جہت تنظیم و راہنمائی کے لئے کیا کیا نہیں کیا۔

ایسا رحیم و کریم، ایسا شفیق و رفیق، ایسا دلکشا و دلنواز، ایسا چارہ گر و چارہ ساز، ایسا مہربان و غریب و پرور، ایسا حاجت روا و فیض گستر آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء تاریخِ کائنات میں کیا کبھی ہوا اور کیا کبھی ہو سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ رب العالمین کا مظہر یکتا رحمۃ للعلمین ہے (ﷺ) اور رب العلمین واحد و یکتا ہے تو مخلوق میں رحمۃ للعلمین (ﷺ) کا بھی کوئی ثانی نہیں۔ سچ فرمایا حضرت بوبصیری نے

منزہ عن شریک فی محاسنہ

فجوھر الحسن ھم فیہ غیر منقسم

ترجمہ: حضور ﷺ اپنے محاسن و کمالات میں شریک سے پاک ہیں۔ کیونکہ وہ جوہر حسن جو آپ میں ہے، تقسیم ہو ہی نہیں سکتا

کیا تجھے نہیں معلوم، یہ کریم آقا ﷺ صبح کے سویرے میں، دن کے اجالے میں اور رات کے اندھیرے میں تیری بخشش کی دعا کرتا رہا۔ میرے بھائی، ایمان کے کان کھول اور اس کے نالہ ہائے شب گداز کی آواز سن، میرے دوست! انصاف کی آنکھ کھول اور اپنا نفع نقصان پہچان۔

ہاں ہاں میرے یار کسی بھی محسن کے احسان کی قدر نہ کرنا مروت بلکہ آدمیت کے منافی ہے، پھر وہ جو محسن اعظم ہو، مربی اکرم ہو، چارہ ساز ہر دو عالم ہو، تیری مشکل کو تجھ سے زیادہ جانتا اور تیرے دکھ کو تجھ سے زیادہ محسوس کرتا ہو، اس سے بے وفائی اچھی نہیں، بلاشبہ یہ بدترین بے مروتی اور ناشکرا پن ہے۔

کیا تجھے یاد نہیں رہا نوح علیہ السلام کی دعا نے قوم کا کیا حال کیا اور عاد و ثمود کے کرتوت کیونکر ان کی تباہی کا پیش خیمہ ہوئے، لوط علیہ السلام کی قوم کس انجام سے دوچار ہوئی اور موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے گستاخوں پر کیا کیا عذاب آیا۔ بظاہر تو یہ چاہئے تھا کہ محبوب اعظم واکرم ﷺ کو ایذا دینے والے پہلوں سے بھی زیادہ ہولناک و عبرتناک عذاب سے دوچار ہوتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا کیونکہ آخر میں آنے والا محبوب اعظم واکرم ہی نہیں رحمۃ للعلمین بھی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) خداوند غیور و غفور نے اپنے محبوب ﷺ کی نسبت کا ان کے بدترین اعدا کو بھی دنیا میں فیض پہنچایا۔ چنانچہ خود وضاحت فرمادی کہ عذاب نہ بھیجنے کی وجہ ان کے جرائم گذشتہ قوموں کے مقابلے میں ہلکا اور ان کی گستاخیوں کا سابقہ کا فروں سے کم ہونا نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ محبوب رحمۃ للعلمین ﷺ ان میں جلوہ فرما ہیں

وما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم ط (الانفال۔۳۳)

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

کیا تجھے واقعہ یاد نہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ایک بار رسول اللہ ﷺ نے وہ آیت پڑھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی امت کے حق میں اللہ سے دعا کرنے کا ذکر ہے یعنی

رب انھن اضللن کثیرا من الناس ج فمن تبعنی فانہ منی ج ومن عصانی فانک غفور رحیم (ابراہیم۔۳۶)

ترجمہ: اے میرے رب بیشک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کیلئے جو دعا کی تھی اس کے ذکر والی آیت پڑھی

ان تعذبھم فانھم عبادک ج وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم (لمائدہ:۱۱۸)

ترجمہ: اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے

یہ دونوں آیتیں تلاوت فرما کر حضور پرنور ﷺ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ **اللھم امتی امتی** (خدایا میری امت، میری امت) اور رو پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا، (میرے حبیب کریم) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں جاؤ (حالانکہ تیرا پروردگار خوب جانتا ہے) اور ان سے رونے کا سبب دریافت کرو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے بتا دیا (حالانکہ خدا کو خوب معلوم ہے) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، اے جبرئیل (میرے حبیب) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو

انا سنرضیک فی امتک ولا نسوئک

ترجمہ: ہم تم کو خوش کر دیں گے تمہاری امت کی بابت اور ناراض نہیں کریں گے (مسلم، باب دعا النبی)

اے امت مسلمہ! دیکھا تجھ سے تیرے نبی ﷺ کو کتنا پیار ہے اور تیرے نبی ﷺ کو تیری کتنی فکر ہے۔ یہی نہیں محبوب کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہ کا ہر فرد تیرے لئے سراپا دعا اور سراسر شفقت ہے آ تجھے اسی انداز کا ایک واقعہ سناؤں (جس سے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنھم کی غمخواری امت کا حال واضح ہوتا ہے)

"نزہتہ المجالس میں روایت ہے کہ جب آیہ کریمہ **وان منکم الا واردھا** نازل ہوئی تو حضور ﷺ فکر امت میں بہت رونے لگے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر صحابہ کرام بھی بوجہ غلبہ محبت رونے لگ گئے لیکن کسی کو آپ کے رونے کا سبب معلوم نہ تھا۔ چونکہ حضور ﷺ انتہائی رنج و غم میں بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر خوش ہو جاتے اور آپ کا سب رنج و غم دور ہو جاتا تھا۔ اس لئے بعض صحابہ نے یہ تجویز کی کہ کسی طرح سیدہ کو بلایا جائے، چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ گئے اور تمام ماجرا

عرض کر کے خواہش ظاہر کی کہ آپ حضور ﷺ کے پاس تشریف لے چلیں۔ خاتون جنت سیدۃ نساء العالمین نے اسی وقت اٹھ کر ایک کمبل اوڑھا جس میں بارہ سے زیادہ پیوند تھے اور چلیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایک دردسا اٹھا۔ اور میں روتے ہوئے دل میں یہ کہتا جارہا تھا کہ کفار کی بیٹیاں تو زریں لباس پہنیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی پیاری بیٹی کے لباس میں اتنے پیوند لگے ہیں۔ جب دربار رسالت میں پہنچے تو حضور ﷺ کو دیکھتے ہی سیدہ کی مبارک آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور روتے ہوئے عرض کیا، ابا جان کس بات نے آپ کو اس قدر رلایا؟ حضور ﷺ نے وہ آیت پڑھ کر سنائی جو نازل ہوئی تھی۔ سیدہ سنتے ہی خوف خدا سے اور زیادہ رونے لگیں اور روتے روتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کر کے فرمایا، یا شیخ المہاجرین، اللہ نے اپنے نبی پر آیت **وان منکم الا واردھا** اتاری ہے تو کیا آپ امت کے بوڑھوں پر فدا ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہاں ہاں! پھر آپ نے علی مرتضٰی سے فرمایا کیا آپ امت کے نوجوانوں پر فدا ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں: پھر آپ نے حسن و حسین سے فرمایا، کیا تم امت کے بچوں پر فدا ہوتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر آپ نے فرمایا میں امت کی عورتوں پر فدا ہوتی ہوں۔

فنزل جبریل و قال یا محمد ان اللہ یقرئک السلام و یقول قل لفاطمۃ لا تحزن فانی افعل بامتک ما تحبہ فاطمۃ (نزہتہ المجالس ص ۲/۱۷۴)

ترجمہ: پس جبریل نازل ہوئے اور کہا اے محمد اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ فاطمہ سے کہیں کہ وہ غم نہ کرے میں تمہاری امت سے وہی سلوک کروں گا جو فاطمہ چاہے گی۔''

حضور ﷺ خوش ہو گئے اور سجدہ شکر بجالائے۔

وہ نور العین وہ لخت دل محبوب ربانی — وہ فخر ہاجرہ و آسیہ وہ مریم ثانی
وہ جن کا ایک سجدہ ضامن عفو خطا کاراں — وہ جن کی جنبش لب شافع جرم گنہ گاراں

(سفینہ نوح جلد دوم)

اے غافل مسلمان تیرا نبی محترم و محتشم ﷺ دنیا ہی میں نہیں اپنے مزار پرانوار میں بھی تیری طرف دھیان لگائے ہے، تیری نیکیوں سے خوش ہوتا ہے (کہ تیرا سرمایۂ آخرت ہیں) اور تیرے گناہوں سے پریشان ہوتا ہے (کہ کہیں تیری ہلاکت کا سبب نہ بنیں) اب بھی وہ تیری بخشش کیلئے اپنے رب کے ہاں شفاعت فرماتا رہتا ہے میری بات کا یقین نہیں تو سن اپنے صدی کے مجدد اور محدث اعظم حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کیا فرماتے ہیں۔ مزار نور میں حضور ﷺ کے اشغال کی تفصیل احادیث و آثار کی روشنی میں یوں بیان کرتے ہیں

النظر فی اعمال امتہ والاستغفار لھم من السیأت والدعاء بکشف البلاء عنھم والتردد فی اقصار الارض لحلول البرکۃ فیھا و حضور جنازۃ من مات من صالحی امتہ (انتباہ الاذکیا و فی حیات الدنیا)

ترجمہ: اپنی امت کے اعمال کو دیکھنا ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنا اور ان سے بلا دور کرنے کی دعا کرنا اور اقطار زمین میں حلول برکت کے لئے تشریف لے جانا، امت کے صالحین کے جنازے کو مشرف فرمانا

پھر ان کی رحمت دنیائے فانی تک محدود نہیں بلکہ برزخ میں بھی انہیں کی نگاہ رحمت کی کرم فرمائیاں مشکلشائی فرمائیں گی۔ اور رہ گیا حشر تو وہاں سب اپنی آنکھوں سے ان کی عظمت کے جلوے دیکھیں گے بلکہ سچ تو یہ ہے حشر کے انعقاد کا اصل سبب ہی اس محبوب اعظم مقصود عالم ﷺ کی شان وشوکت کا اظہار ہے۔ دنیا کے تنگ و تاریک میدان میں ان کی سطوت و وجاہت کی غیر محدود پنہائیاں پورا جلوہ نہیں دکھا سکتیں، ہاں محشر میں

جب وہ مقام محمود پر جلوہ فرما ہوں گے اور سب اگلے پچھلے اکٹھے ہو کر ان کی مدحت سرائی میں مصروف ہوں گے، اس حسین ترین منظر کا اب تصور بھی کیونکر ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ محشر میں شفیع المذنبیں ہوں گے
بھلا اس میں تردد کیا ' وہ ہوں گے ' بالیقیں ہوں گے
کریں گے منزل محمود پر جلوہ فرمائی !!
ثناخواں ان کے سارے انبیاء و مرسلین ہوں گے علیہم السلام

دشمنوں اور بے وفاؤں کے لئے از حد پر ہول سہی مگر حضور پرنور ﷺ کے غلاموں کے لئے خوشی و مسرت کا دن ہو گا کیونکہ اس دن بھی بات حضور پرنور ﷺ کے بنائے سے بنے گی۔ خود فرماتے ہیں

الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی (ترمذی)

ترجمہ: عزت اور کنجیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی

ہاں ہاں حشر کا دن حضور پرنور ﷺ کی محبت و غیرت والوں کے لئے عید کا دن ہو گا۔ اور تو بھی سوچ اے غافل و بے حمیت مسلمان، ان کا امتی ہو کر تجھے ان کی رضا کیوں مطلوب نہیں؟ ان کی ناراضی سے تو کیوں لرزہ براندام نہیں؟ ارے بدنصیب، ان سے منہ پھیر کر تیرا کون حامی و ناصر ہو گا اور ان کے در سے دور ہو کر تجھے کہاں اماں ملے گی۔

کیا تو اس بات پر اتراتا ہے کہ تجھے کرسی صدارت پر قبضہ کرنے کا 'شرف' حاصل ہو گیا ہے۔ اس پر تو اللہ اور اس کے حبیب کریم و اکرم ﷺ کا شکر گزار ہونا چاہئے تھا، ان کی اطاعت کا طوق گلے میں ڈالنا چاہئے تھا، ان کے آئین کی ایک ایک شق کو نافذ کرنا چاہئے تھا، ان کے اسلام کے فوائد و برکات کا دنیا کو مشاہدہ کرانا تھا (کیونکہ حضرت قائداعظم کے نزدیک پاکستان کے وجود کی اصل غرض و غایت یہی تھی) وطن عزیز میں کسی کو دین حق سے بغاوت کی جرأت نہیں ہونی چاہئے تھی، مگر افسوس! تو نہایت ہی چھوٹی سی کرسی پر جو نہایت ہی عارضی و فانی ہے بیٹھ کر مغرور ہو گیا اور سینہ تان کر معتدل اور روشن اسلام کی بات کرتا ہے، ہاں ہاں تیرا یہ رویہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غضب کو دعوت دینے والا ہے۔ او بدنصیب سارا اعتدال تو پہلے ہی اسلام میں ہے کیا تیرے نزدیک بے حیائی و عریانی اور عیاشی و فحاشی کا نام اعتدال ہے' ارے بے خبر تو کس روشنی کا نام لیتا ہے تجھے معلوم نہیں' اسلام تاریکی کا نہیں نور کا نام ہے ارے بے وقوف'

اس کے بھیجنے والا اللہ نور.................(**اللہ نور السموت والارض** ط ۔النور)

اس کو لانے والا نبی نور.................(**قد جاء کم من اللہ نور کتب مبین** ۔ المائدہ)

یہ خود نور.................(**یخرجھم من الظلمت الی النور** ۔البقرہ: ۲۵۷)

جن کا سینہ اسلام کے لئے کھلا وہ نور والے................. (**افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ. الزمر**)

او بھٹکے ہوئے مسلمان تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے رب کی طرف سے 'اسلام' لے کر تشریف لائے اور تو نے اس کو چھوڑ کر اپنی مرضی کا نیا 'معتدل' اسلام گھڑا، کیا یہ تیرے امتی ہونے کی دلیل ہے یا کیا ایک قسم کا دعویٰ نبوت نہیں ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

ہاں اے غافل مسلمان اس چندہ روزہ اقتدار پر مت پھول، اس فقیر رہ نشین کی بات غور سے سن' خدا اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حکم کے سامنے جھک جا تا کہ تجھے اٹھایا جائے، ان کی غلامی اختیار کر تا کہ تجھے (بش وغیرہ کی بندگی سے آزادی نصیب

ہو) عشق رسول ﷺ کا ایک ذرہ بھی مل جائے تو اس ظاہری کروفر، دبدبہ وطمطراق اور تزک واحتشام سے بہتر ہے جس نے تجھے حد درجہ مغرور ومتکبر بنادیا ہے۔ تجھ سے پہلے بھی بہت سے لوگ اس 'عہدے' پر قابض ہوئے اور ان کے دور میں بھی بہت کچھ ناگفتنی ہوا مگر سچ یہ ہے کہ تو ان سب سے بازی لے گیا ہے اور تیرا دور شاید تاریخ پاکستان کا منحوس ترین اور تاریک ترین دور ہے۔ تو جھوٹ بولتا ہے کہ پاکستان کی معاشی حالت بہتر ہوئی، حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ مہنگائی پہلے سے کہیں زیادہ ہے اور تیری فحاشی وعریانی کی نحوست نے تو امن وامان کا جنازہ نکال دیا ہے۔ نہ سفر میں تحفظ ہے نہ حضر میں، ہر کہیں قتل وغارت ہے، لوٹ مار ہے، دنگا فساد ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا' چند روز بش، ٹونی بلیئر اور ان جیسے شیطانوں کے ساتھ قہقہہ بازی کرلے گا پھر قبر اور اس کے سانپ، بچھو، پھر محشر اور اس کی رسوائی، پھر جہنم اور اس کی آگ، سوچ جس راہ پر تو چل رہا ہے' کس منزل کی طرف لے جارہی ہے۔

مگر ایک صدر ہی کیا' کیا اس ملک کا وزیر اعظم محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کا باوفا امتی ہے' کیا سرکاری مسلم لیگ کا صدر جو ہندوستان سے ماتھے پر تازہ تازہ تلک لگوا کر آیا ہے، باوفا ہے،

یہ سب حزب اقتدار کی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں مگر کیا حزب اختلاف میں کوئی ایسا شخص ہے جسے محبوب اعظم واکرم ﷺ سے وفا کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ ان میں ایسا کون ہے جو اسلام کا دل سے چاہنے والا ہو۔ وہ لوگ جو باریش (یار یچھ) ہیں، کیا ان سے توقع ہوسکتی ہے کہ وہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کے وفادار ہوں۔ یہ اللہ کے حبیب اعظم ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھنے ہر مسلمان کو رحمۃ للعلمین سمجھنے والے، ختم نبوت کا معنی بگاڑنے والے، گیتا اور قرآن پاک کا اکٹھا جلوس نکالنے والے، ان میں کون ہے جو حضور پرنور ﷺ کا وفادار ہو۔ سوچئے کیا ان کا پاکستان سے دل صاف ہے اور کیا وطن عزیز میں ہر فرقے کی الگ الگ فوج کا وجود پاکستان کا استحکام ختم کرنے کے لئے ہے یا اسے مضبوط کرنے کے لئے۔ جن بدبختوں کے نزدیک قائداعظم (معاذ اللہ) کافر اعظم ہو اور پاکستان کا قیام اس صدی کا سب سے بڑا فراڈ ہو' انہیں امت مسلمہ کے مفاد سے کیا واسطہ۔ ہرگز اپنے نہیں بلکہ غیر ہیں جو اپنوں کے لبادے میں ہیں۔

مگر خرب اقتدار اور حزب اختلاف کو چھوڑ یئے ان کا میدان سیاست ہے' قوم کو نچانے والے' لڑکوں پر لانے والے' جمہوریت کا شور مچانے والے' ان کی ساری دنیا یہی ہے اسلام کے بارے میں جو رویہ حزب اقتدار کا ہے' اسی سے ملتا جلتا ان (حزب اختلاف والوں) کا ہے۔ مگر اے گدی نشینو، اے اسلاف کی قبور کو ذریعہ معاش بنانے والے پیرو، اے سیدھے سادے مریدین کے نذرانوں سے بنک بیلنس بنانے والے روحانی رہنماؤ، تم میں کتنے ہیں جو مرشدان بلند کردار ہوں، روحانی طبیب ہوں، تزکیہ نفس میں ماہر ہوں' ہاں تم میں ضرور اچھے بھی ہیں مگر ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔

ہاں اے غافل مسلمان' ترا پیر بننا ضروری نہیں جتنا سرکار دوعالم ﷺ سے وفا کرنا ضروری ہے۔ کاش تو پیر نہ ہوتا بلکہ پیارے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے عشق سے سرشار ہوتا اور اپنے مریدین کو بھی یہی مے پلاتا۔ تجھے یہ خبر ہی نہیں کہ اسلام کے دشمن دین حق کو معاذ اللہ بیخ وبن سے اکھاڑنے کے لئے کیا کیا ناپاک سازشیں کررہے ہیں۔

ہاں اے غافل مسلمان، افسوس تو خود کو عالم دین ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ قرآن پاک کی رو سے عالم وہ ہے جو اللہ جل مجدہ سے ڈرنے والا ہو

انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا (فاطر۔۲۸)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں

اور اس خوف کا اولین تقاضا ہے عمل علم کا آئینہ دار ہو۔ کیا تمہیں علم ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ

سے پوچھا تھا **من ارباب العلم** (علم والے کون ہیں) تو وہ بولے **الذین یعملون بما یعلمون** (جو علم کے مطابق عمل کرتے ہوں) پھر پوچھا (**فما اخرج العلم من قلوب العلماء**) (کونسی چیز علم کو علما کے دل سے نکالتی ہے) بولے **الطمع** (لالچ) (دارمی)

اے دورِ حاضر کے عالم دین کے بننے والے اے غافل مسلمان! سوچ تو اس معیار پر کس حد تک پورا ہے۔

اور اے سکولوں اور کالجوں میں پڑھانے والے معمارانِ قوم! کیا تمھیں خبر ہے کہ تمہارے ہاتھوں تعمیر سے زیادہ تخریب ہو رہی ہے۔ کاش تمہاری آنکھوں پر غفلت کے پردے نہ ہوتے۔ اور تم اپنا فرض پہچانتے، نونہالان ملت کو حسن تعلیم وتربیت سے آراستہ کرتے۔ ان میں عشق خدا اور رسول ﷺ کی چنگاریاں روشن کرتے۔ جو اختتام شب اور طلوع صبح نو کا پیغام بن جاتے۔

اے غفلت کیش اور قلم فروش صحافیو! سوچو تمہارا رخ کس طرف ہے، تم میں کتنے ہیں جو ضمیر و ایمان بیچ کر قوم کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں اور روپہلی مصلحتوں کی بنا پر اسلام اور ملکی وقار کا سودا کرنے سے باز نہیں آتے۔ پاکستان کا قیام ماضی بعید کا قصہ نہیں ہے ماضی قریب بلکہ دور حاضر ہی کا واقعہ ہے، کون نہیں جانتا حضرت قائداعظم علیہ الرحمہ نے قرآن اور اسلام کے حوالے سے تحریک کا آغاز کیا اور بار بار پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کا عزم ظاہر کرتے رہے مگر تم میں کتنے ہیں جو کھلم کھلا جھوٹ بول کر اسے بنیادی طور پر سیکولر سٹیٹ بتاتے ہو۔ ظالمو! دو قومی نظریہ مذہب سے تعلق رکھتا تھا یا معاشیات سے؟ شاید تم مشرف کی بدروح کو اس کا ثواب پہنچانا چاہتے ہو کہ وطن عزیز کی نظریاتی اساس ہی سے بغاوت کر رہے ہو مگر سب سے زیادہ مجرم اور سب سے زیادہ قابل نفرین تو میں خود ہوں، ساری عمر غفلت میں گزر گئی اور محبوب کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے در دولت سے جو گدایانہ وغلامانہ رابطہ چاہئے تھا' اس سے محروم رہا۔ اب دنیا سے جانے والا ہوں مگر ہاتھ خالی ہے یعنی دل ابھی بے نور ہے، دماغ ابھی تاریک ہے، عقل ابھی سود و زیاں کے چکر میں ہے' فکر ابھی مصلحت میں محصور ہے' ابھی خوف غیر حق سے پاک نہیں ہوا، ابھی آنکھ اشک ندامت سے نا آشنا ہے' ابھی آہ سحر گاہی کو ترستا ہوں .... ابھی نفس کا بت نہیں ٹوٹا، ابھی روح امراض کی آماجگاہ ہے، ابھی ریا و نمود کی آلائشیں ختم نہیں ہوئیں۔

اے اللہ! میرا کیا بنے گا،

تو رحیم و کریم ہے' تو وہاب و تواب ہے' تو ستار و غفار ہے' اپنے رحمۃ للعالمین محبوب ﷺ کی اس شفقت و رحمت کا صدقہ جو ہمیشہ ان کے غلاموں کے شامل حال رہتی ہے،

اور پھر اس مرد کامل حضور نقش لاثانی کا صدقہ جس نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے وارث کی حیثیت سے ہمیشہ مجھ ایسوں پر سایۂ عفو و کرم رکھا' رمضان المبارک میں ان نورانی ساعتوں میں مجھے بھی معاف فرما' اور میری ملت کے ہر فرد کو بھی'

اے اللہ! اپنے حبیب کریم ﷺ کی نسبت عالی کا صدقہ ہم سب کو غفلت سے محفوظ اور غیرت عشق سے معمور فرما امت مسلمہ کو بیدار فرما اور پھر اقوام عالم کی امامت کے قابل بنا' اے اللہ اسلام دشمنوں کی شرارتوں خصوصاً بھارت امریکہ اسرائیل برطانیہ کی اجتماعی اور انفرادی سازشوں کے مقابلے میں عالم اسلام کو متحد و منظم کر کے عالمگیر غلبے سے مشرف فرما۔

اے اللہ! خصوصاً مشرف پرویز کو 'پرویزیت' کی نحوست سے بچا کر عشق واطاعت رسول ﷺ کی لازوال دولت سے مالا مال فرما دے۔

☆......☆......☆

آپ کسی حد تک تفصیل سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے پہلے تین حضرات کے اخلاق و کردار اور طرز حکومت کا ذکر پڑھ چکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور شیطان کے سپوت

قسط: 13

تحریر: پروفیسر محمد حسین آسی

ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ اسلام نے دنیا کو کس قسم کے حکمران دیئے، اس کا کچھ تصور ہو سکے اور ساتھ ہی حق کی تلاش کرنے والی سعید روحوں کو کچھ رہنمائی میسر آسکے۔ اسلام کی افادیت کا یہی پہلو زیر غور رکھ لیا جائے تو بھی یہ سمجھنا دشوار نہیں ہے کہ انسانیت کی ضرورتوں پر جس حد تک اسلام کی نظر ہے کسی کی نہیں اور اس کے مسائل کا ادراک اور علاج اسلام کے سوا کوئی نہیں کر سکا اور کر سکتا۔ ہم دنیا بھر کے علماء و مورخین کو چیلنج کرتے ہیں، کسی بھی قوم کی تاریخ سے ایسے حکمرانوں کی عظمت کردار جو فیض نبوی کا شہکار ہیں کا جواب لا سکیں تو لائیں۔ دنیا میں فاتح، منظم، نرم خو، اور کسی حد تک عادل بادشاہ بھی ضرور گزرے ہوں گے مگر محبوب خدا حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کے غلاموں جیسی پختگی، فکر و نظر، علم و فضل، سادگی و تواضع، عدل و انصاف، زہد و ورع کہاں ملے گی۔

یہی حال خلیفہ چہارم مرتضیٰ، مشکلکشا، شیر خدا، حضور سیدنا ابوالحسن علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات ستودہ صفات کا ہے۔ پہلے آپ کی سیرت کا نہایت ہی اجمالی نقشہ پیش کیا جاتا ہے، پھر کچھ تفصیل ہوگی۔ اور یہ نقشہ کشی بھی آپ کے ایک ہمنشیں حضرت ضرار بن ضمرہ کنانی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بے حد اصرار پر کی، چنانچہ ان کا بیان یوں ہے۔

سیرت مقدسہ ایک نظر میں: ''ان کی نظر دور رس تھی، اعصاب انتہائی مضبوط تھے۔ دو ٹوک اور کھری بات کہتے، عدل و انصاف کا پورا پورا اہتمام تھا۔ ان کی شخصیت سے علم و فضل کے چشمے ابلتے، گفتگو حکمت و دانش سے لبریز ہوتی، دنیا اور اس کی چمک دمک سے وحشت محسوس کرتے، رات اور اس کی تاریکی سے مانوس تھے، خوف خدا سے یوں روتے کہ آنسو تھمتے ہی نہیں تھے۔ دیر تک سوچ بچار میں محو رہتے، لباس از حد سادہ اور غذا بھی روکھی سوکھی۔ خدا گواہ ہے آپ کی معاشرت تکلف سے پاک تھی۔ کوئی سوال پوچھا جاتا جواب تصنع سے بری ہوتا جیسے عام لوگ آپس میں بات کر رہے ہوں۔ حاضر خدمت ہونے والوں سے کلام میں پہل فرماتے، بلانے پر حسب وعدہ آجاتے۔ (اس سادگی و تواضع کے باوصف) کسی کو سامنے بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، آپ مسکراتے تو دانت لڑی میں پروئے ہوئے سفید موتیوں کی طرح چمکتے نظر آتے، دینداروں کی قدر کرتے، غرباء و مساکین سے محبت رکھتے، کوئی طاقتور ان سے ناحق کی حمایت کی جرأت نہیں رکھتا تھا اور کمزور ان کے عدل و انصاف سے مایوس نہیں تھا۔

میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے ان کی راتوں کے چند مناظر ایسے بھی دیکھے ہیں، رات چھا گئی ہے، تارے

ڈوبنے لگے ہیں تو آپ محراب مسجد میں اپنی ڈاڑھی پکڑے، نہایت درد بھرے لہجے میں بلک بلک کر رو رہے ہیں اور یوں تڑپ رہے ہیں جیسے وہ شخص جسے سانپ نے ڈس لیا ہو، گویا میں اب بھی ان کی آواز سن رہا ہوں اور اب بھی سراپا درد ہو کر فرما رہے ہیں۔

'اے دنیا! تو میرا دل لبھانا چاہتی ہے؟ مجھ سے کچھ امید نہ رکھ، دور ہٹ جا، کسی اور کو فریب دے، میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں جن کے بعد رجوع کی کوئی گنجائش نہیں رہی، تیری عمر نہایت مختصر، تیری راحت حقیر اور تیرے خطرے بڑے بڑے ہولناک ہیں۔ آہ زادِ سفر انتہائی قلیل، سفر بڑا طویل اور راستہ نہایت سنسان ہے'۔

یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے، ڈاڑھی بھیگ گئی، آواز حلق میں اٹک گئی، اہل مجلس بھی رونے لگے۔ پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

رحم الله ابا الحسن کان والله کذلک

یعنی اللہ ابوالحسن (علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ) پر رحم فرمائے وہ واقعی ایسے ہی تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی یہ لاجواب سیرت پرتو تھی حضور پرنور ﷺ کی سیرت طیبہ کا اور آپ کا کردار شہکار تھا تربیت مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا، بچپن، جوانی، کہولت کا زمانہ تو محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زیر سایہ گزرا، پھر خداداد صلاحیتیں اثر پزیری کی، بہترین سونے پر بہترین سوہاگہ۔ کرم بالائے کرم زوجۂ مکرمہ ملی تو وہ جو اللہ کے محبوب اعظم ﷺ کی محبوب ترین صاحبزادی اور جنتی عورتوں کی سردار ہے یعنی حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علی ابیہا وعلیہا۔ اگر مردوں میں مولا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ تربیت مصطفویہ کا شہکار ہیں تو خواتین میں سیدۃ النساء العلمین سلام اللہ علی ابیہا وعلیہا کا بھی یہی حال ہے۔ ام المومنین حضرت سیدہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں

ماریت احدا اشبه سمتا و دلا و هدیا برسول الله فی قیامها و قعودها من فاطمة

ترجمہ: میں نے فاطمہ سے بڑھ کر کسی اور کو حضور ﷺ کے سیرت واخلاق اور طریقہ کے زیادہ مشابہ نہیں پایا۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا بھی حضور ﷺ کی طرح تھا۔

سیدہ کا جہیز: یہی حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ جب ان کی رخصتی ہوئی تو خواجہ کون و مکاں سرور دو جہاں حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ نے جو جہیز دیا، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے، حفیظ جالندھری مرحوم نے اسے اپنی محبت بھری زبان میں یوں بیان کیا ہے،

جہیز ان کو ملا جو کچھ شہنشاہِ دو عالم سے
ملا ہے درس ہم کو سادگی کا فخرِ آدم سے
متاعِ دنیوی جو حصہ زہرا میں آئی تھی
کھجوری کھردرے سے بان کی اک چارپائی تھی
مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں
ملی تھیں چکیاں دو، تاکہ آٹا پیس لیں گھر میں
گھڑے مٹی کے دو تھے اور اک چمڑے کا گدا تھا

نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بدزیب اور بھدا تھا
بھرے تھے اس میں روئی کی جگہ پتے کھجوروں کے
یہ وہ ساماں تھا جس پر جان و دل قربان حوروں کے
وہ زہرا جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی
ملی تھی مشک ان کو تا کہ خود لایا کریں پانی
ملا تھا فقر و فاقہ ہی مگر اصلی جہیز ان کو
کہ بخشی تھی خدا نے اک جبین سجدہ ریز ان کو
چلی تھی باپ کے گھر سے نبی کی لاڈلی پہنے
حیا کی چادریں ، عفت کا جامہ ، صبر کے گہنے
ردائے صبر بھی حاصل تھی توفیق سخاوت بھی
کہ ہونا تھا اسے سرتاج خاتونانِ جنت بھی
اس کی تربیت میں اسوہ تھا یمن و سعادت کا
اسی کی گود سے دریا ابلنا تھا شہادت کا
وہی غیرت جو مہر خاتم حق کا نگینہ تھی
امیں کی لاڈلی ہی اس امانت کی امینہ تھی
علی المرتضیٰ نے آج تاج ھل اتٰی پایا
دلہن کی شکل میں اک پیکرِ صدق و صفا پایا
پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہرا اپنے گھر آئی
توکل کے خزانے دولت مہر و وفا لائی

ایک مشہور واقعہ: خیر العرب حضور مولا علی مشکلکشا کرم اللہ وجہہ اور خیر النساء حضور سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علی ابیہا وعلیہا کی شادی ہوگئی تو عائلی زندگی کے شب و روز کا کیا حال تھا، اس سلسلے میں ایک مشہور واقعہ جو از حد سبق آموز اور بصیرت افروز ہے، نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

''ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا 'قسم بخدا کنوئیں سے ڈول کھنچتے کھنچتے میرے سینے میں درد اٹھنے لگا ہے، حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے ہیں، گھر کے کام کاج کیلئے کوئی قیدی مانگ لائیں، سیدہ بتول زہرا رضی اللہ عنہا نے جواب دیا 'چکی پیتے پیتے میرے ہاتھوں میں بھی چھالے پڑ گئے ہیں، چنانچہ اس نیت سے بارگاہ خیر الوریٰ علیہ التحیۃ والثناء میں حاضر ہوئیں۔ حضور انور ﷺ نے پوچھا 'بیٹی! کیسے آنا ہوا' سلام عرض کیا اور شرم وحیا کے باعث مزید

گزارش کئے بغیر واپس آ گئیں۔ پھر حضرت مولائے کائنات اور حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہما دونوں حاضر خدمت ہوئے اور اپنی مشکلات بیان کیں اللہ کے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا

واللہ لا اعطیکما و ادع اھل الصفۃ تطوی بطونھم لا اجد ما انفق علیھم ولکن ابیعھم وانفق علیھم اثما نھم

ترجمہ: 'اللہ کی قسم میں تمہیں نوکر نہیں دے سکتا' جب تک اہل صفہ بھوک میں مبتلا ہیں، میں انھیں کیا کھلاؤں؟ ان غلاموں کو فروخت کیا جائے گا اور اس رقم کو اہل صفہ پر خرچ کروں گا'

جواب سن کر دونوں گھر لوٹ آئے تو پیچھے پیچھے حضور اقدس ﷺ بھی تشریف لے گئے اور فرمانے لگے۔ جو کچھ تم مانگنے آئے تھے، کیا اس سے بہتر چیز تمہیں عطا نہ کردوں۔ عرض، کیوں نہیں حضور۔ فرمایا

'جبریل نے ذکر الٰہی کے کچھ کلمات کی تعلیم دی ہے، تم ایسا کرو کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمدللہ، دس مرتبہ اللہ اکبر کا ورد کیا کرو اور سوتے وقت سبحان اللہ اور الحمدللہ تینتیس تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کرو۔

اب آئیے شیر خدا رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار کے چند اہم عنوانات کا انتہائی اختصار کیساتھ مطالعہ کریں۔

زہد: حضرت عبداللہ بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا

الدنیا جیفۃ فمن اراد منھا شیئا فلیصبر علی مخالطۃ الکلاب

ترجمہ: دنیا مردار ہے، جو شخص اس سے کوئی چیز لینا چاہتا ہو تو اسے کتوں کے ساتھ میل جول کر گوارہ کر لینا چاہئے

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا آپ اس (فالودے) سے یوں مخاطب ہوئے

'تیری خوشبو اچھی، رنگ حسین اور ذائقہ لذیذ ہے مگر میں نفس کو ایسی چیز کا عادی نہیں بنانا چاہتا جس کی اب تک اسے عادت نہیں۔

سادگی: آپ کی غذا، لباس اور رہائش گاہ سب سادگی کی تصویر تھے۔ غذا میں جو کی روٹی تو مشہور ہے، حضرت اقبال علیہ الرحمہ اسی کے پیش نظر مسلمان کو نصیحت فرمائی ہے۔

تری خاک میں ہے اگر شرر، تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

ایک دفعہ ایک گورنر کو اپنے ساتھ بٹھا کر آپ نے ستو کھلائے تو وہ بولا!

'امیر المومنین! عراق میں رہ کر اتنا سادہ کھانا؟ یہاں کے عوام کا کھانا اس سے کئی درجہ بہتر ہوتا ہے'۔ فرمایا

''مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پیٹ میں حلال اور پاکیزہ کے سوا کچھ جائے''

لباس میں سادگی: یزید بن وہب جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

'ایک بار مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ دو چادروں میں گھر سے نکلے، ایک چادر تہبند کے طور پر اور دوسری سے باقی جسم ڈھانپے ہوئے تھے۔ درمیان سے کمر کی جگہ کپڑے کا ایک ٹکڑا باندھ رکھا تھا، پاس سے ایک اعرابی گزرا، اس نے کہا 'یہ کیا مُردوں کا لباس پہن رکھا ہے فرمایا 'یہ لباس تکبر و غرور سے بہت دور، نماز کیلئے بہتر اور مومن کی سنت ہے'۔

مکان میں سادگی: محلات کو پسند نہیں کرتے تھے، اپنے لئے نیا مکان تک نہ بنایا۔ جنگ جمل کے بعد کوفہ تشریف لائے تو سرکاری رہائش گاہ میں مقیم ہونے کے بجائے کھلے میدان میں فروکش ہوئے

تواضع: آپ خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوجود تنہا بازاروں کا گشت کرتے، بھولے ہوئے لوگوں کو راستہ دکھاتے، ضعیفوں کی مدد فرماتے، خرید وفروخت کرنے والوں کے پاس سے گزرتے تو یہ آیت تلاوت فرماتے

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فساداً ط والعاقبۃ للمتقین o (القصص:۸۳)

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کیلئے (مخصوص) کرتے ہیں جو زمین میں سرکشی کا ارادہ نہیں کرتے اور نہ فساد کا اور نیک انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے۔

ایک مرتبہ کھجوروں کی گٹھڑی اٹھائے جا رہے تھے، ایک شخص نے اٹھانے کی پیشکش تو فرمایا ’عیالدار اپنا سامان خود اٹھانے کا زیادہ مستحق ہے

اخلاص: یعنی خالص اللہ کی رضا جوئی کا جذبہ۔

ایک جنگ میں ایک زبردست پہلوان کے ساتھ آپ کا مقابلہ ہوا۔ آخر کار دشمن زیر ہو گیا تو اس نے اس خیال سے کہ آپ کے چہرۂ اقدس پر تھوک دیا کہ آپ اشتعال میں آکر فوراً اس کا کام تمام کر دیں۔ مگر آپ نے اشتعال میں آنے کی بجائے اسے چھوڑ کر الگ ہو گئے، اس نے حیرت سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا ’میں خدا کا شیر ہوں‘ نفس کا شیر نہیں۔ اس اخلاص کو دیکھ کر کافر فوراً مسلمان ہو گیا۔

غلاموں سے سلوک: ایک بار حضرت شیر خدا مشکلکشا رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو آواز دی، مگر اس نے جواب نہ دیا، تین بار بلانے پر بھی جب وہ نہ آیا تو خود اس کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ لیٹا ہوا تھا۔ فرمایا ’کیا تو نے میری آواز نہیں سنی؟ بولا، سن تو رہا تھا مگر سستی کی وجہ سے جواب نہ دیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ آپ میری کوتاہی پر مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔ فرمایا

امض فانت حر لوجہ اللہ تعالی

ترجمہ: جا تو اللہ کیلئے آزاد ہے

حفظ مراتب: حقیقت یہ ہے کہ مشکلکشا کا دور مشکلات کا دور تھا اور مشکل دور تھا۔ اسلام کے مدعیوں کا ایک دوسرے سے معرکہ آزما ہونا اسی دور میں شروع ہوا۔ اسی قسم کی جنگ میں شرعی حدود کیا ہیں اور ان کو کیونکر ملحوظ رکھا جا سکتا ہے، نہایت دقیق فقہی مسئلہ تھا۔ پھر اسلام کے مدعی جن سے جنگ ہوئی بھی دو قسم کے تھے، ایک وہ جو فکر وعمل کے اعتبار سے خالص مومن تھے، محض مشترکہ دشمنوں کی ایک چال سے غلط فہمی کا شکار ہو کر اجتہادی خطا سے مقابلے پر اتر آئے، یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کو نہ سمجھنے کی بنا پر کچھ لوگ خوارج ہو گئے۔ پھر ان سے بھی مقابلہ ہوا۔

پہلے جنگ جمل ہوئی۔ اس میں ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہما تقریباً تیس ہزار ساتھیوں سمیت بالمقابل تھے۔ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ بیس ہزار آدمی تھے۔ دونوں لشکروں کی صلح ہو گئی تو شر پسندوں نے اسے اپنے لئے موت کا پیغام سمجھا۔ انھوں نے منہ اندھیرے اچانک دونوں لشکروں پر حملہ کر دیا۔ ہر گروہ اسے دوسرے کی زیادتی سمجھتا رہا، آخر کار جنگ کا نتیجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نکلا تو آپ نے اپنی فوج کو حکم دیا، خبردار ہاتھ

روک لو، بھاگنے والوں کو نہ قتل کرو، زخمیوں کو ہلاک نہ کرو۔ چھینے ہوئے مال کو حلال نہ جانو۔ چنانچہ اسلحہ کے سوا نہ کسی کا مال لیا گیا نہ تعاقب ہوا اور نہ کسی کو قیدی بنایا گیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بصد عزت و احترام مدینہ منورہ بھیج دیا گیا۔ کوچ سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حاضرین سے فرمایا' میرے بیٹو! ہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مقابلے میں تاخیر اور کوتاہی کا گمان کر کے ناراض تھے۔ اب دلوں میں عداوت نہ رکھو۔ اس سے قبل میرے اور علی کے درمیان کوئی لشکر رنجی نہ تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی آپ کی تصدیق و تکریم میں چند جملے فرمائے۔

جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مدمقابل تھے۔ مگر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا رویہ اس موقع پر بھی ازحد مصالحانہ تھا۔ جنگ نہروان خوارج سے ہوئی جو عام مسلمانوں کو کافر و مشرک خیال کرتے تھے۔ انھیں ابتداً بہت سمجھایا، جو لوگ راہ راست پر آ گئے، ان سے تعرض نہیں کیا گیا۔ دوسرے جنھوں نے جارحیت و بغاوت نہ چھوڑی پیس کر رکھ دیئے گئے۔

عدلیہ کی بالادستی: جنگ صفین کے موقع پر آپ کی زرہ چوری ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے اسے ایک یہودی کے پاس دیکھا۔ آپ کے مانگنے پر اس نے انکار کر دیا تو آپ نے قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی نے گواہ طلب کیا تو آپ نے اپنے فرزند اکبر امام حسن مجتبیٰ اور غلام قنبر رضی اللہ عنہما کو پیش کیا۔ قاضی نے کہا باپ کے حق میں بیٹے اور آقا کے حق میں غلام کی گواہی معتبر نہیں۔ چنانچہ فیصلہ یہودی کے حق میں ہو گیا۔ یہودی اس انداز عدل سے ایسا متاثر ہوا کہ اعتراف جرم کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام بھی ہو گیا۔

وصیت: جو اسلام کا نچوڑ اور دین و دنیا کی جامع ہے۔ ہم اسے کتاب مرتضیٰ، مشکلکشا، مولا علی (مصنفہ فاضل علامہ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالیٰ) سے نقل کر رہے ہیں۔

''رسول اللہ ﷺ کا صحابی اور آپ ﷺ کے چچا کا بیٹا علی بن ابی طالب یہ وصیت کرتا ہے:

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے رسول اور برگزیدہ بندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے علم کے مطابق پسند فرمایا اور مخلوق کیلئے رہنما بنایا......

بے شک روز محشر اللہ تعالیٰ قبروں سے لوگوں کو اٹھائے گا، ان کے اعمال کا حساب لے گا اور وہی دلوں کے بھید جانتا ہے......

اے حسن! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں' جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی...... جب میں وفات پا جاؤں تو اپنے گھر میں رہو اور اپنے گناہوں پر روتے رہو...... تمہارا مقصود دنیا نہیں ہونا چاہئے (بلکہ آخرت کی فکر ضروری ہے)......

پیارے بیٹے! وقت کی پابندی کے ساتھ نماز قائم رکھو، مستحقین میں زکوٰۃ تقسیم کرتے رہو، مشتبہ معاملات میں خاموشی اختیار کرو، خوشی اور غصہ کی حالت میں عدل اور میانہ روی سے کام لو، ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک، مہمان کی عزت، مصیبت زدہ لوگوں پر رحم، رشتہ داروں سے صلہ رحمی، مساکین سے محبت اور ان کی ہم نشینی اختیار کرو' عجز و انکسار سے کام لو، کیوں کہ یہ افضل عبادت ہے' موت کو یاد رکھو' دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو، تم موت کے مرہون ہو، مصائب تمہارے درپیش ہیں اور بیماری تم سے دور نہیں ہے............

تمہیں خفیہ اور علانیہ (ہر حالت میں) خشیت الٰہی کی وصیت کرتا ہوں، قول و فعل میں شریعت کی مخالفت سے باز رہو' جب آخرت کا معاملہ درپیش ہو' تو اس میں پہل کرو، دنیاوی معاملہ میں عجلت سے کام نہ لو، حتیٰ کہ اس کی درستی معلوم ہو جائے............ تہمت کی

جگہوں سے بچو، کیوں کہ برے ساتھ کی صحبت نقصان دہ ہے............

اے بیٹے !اللہ تعالیٰ کیلئے عمل کرو، ظلم سے بچو، اچھی بات کا حکم دو، برائی سے منع کرو، اسلامی بھائیوں سے اللہ کی رضا کیلئے برادرانہ تعلق قائم کرو، نیکوں سے ان کی نیکی کی وجہ سے محبت رکھو، فاسق سے علیحدہ رہو اور دلی بغض رکھتے ہوئے، اس سے دوری اختیار کرو، کہیں تم بھی ان جیسے نہ ہو جاؤ............

عام گزرگاہ میں نہ بیٹھو بے وقوفوں سے جھگڑے میں اجتناب برتو، اخراجات میں میانہ روی سے کام لو، عبادت اچھی طرح کرو اور اس میں حسب طاقت ہمیشگی اختیار کرو، اکثر خاموش رہو کہ اس میں سلامتی ہے، اپنے لئے اعمال صالحہ کا ذخیرہ آگے بھیجو، اچھی تعلیم دو، ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہو، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت کرو، کھانا تناول کرنے سے پہلے اس میں سے کچھ صدقہ کردیا کرو، روزہ لازمی رکھو کہ یہ بدن کی زکوۃ اور روزے دار کے لئے ڈھال ہے، نفس سے جہاد کرو، اپنے ساتھیوں سے محتاط رہو، دشمن سے علیحدہ رہو، مجالس ذکر میں شمولیت اور کثرت سے دعا کیا کرو............

میرے بیٹے !میں نے نصیحت میں کمی نہیں کی، اب میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہونے والی ہے............ میں تمہارے بھائی محمد بن حنفیہ کی بابت تمہیں حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، وہ تمہارے باپ کا لخت جگر ہے اور تمہیں پتہ ہے کہ مجھے اس سے کتنی محبت ہے...... حسین، ماں باپ دونوں کے لحاظ سے تمہارا حقیقی بھائی ہے......

میرے بعد اللہ تعالیٰ تمہارا کفیل اور کارساز ہے، اسی کی بارگاہ میں دعا گو رہو کہ وہ تمہاری اصلاح فرمائے اور سرکش لوگوں کے شر سے تمہیں محفوظ فرمائے......صبر کرو، حتیٰ کہ خلافت کا کوئی فیصلہ فرمادے......**ولا حول ولا قوۃ الا با للہ العلی العظیم**......

پھر فرمایا حسن !دیکھو، میرے قاتل کو میرے کھانے جیسا کھانا کھلاؤ، اگر زندہ رہا تو اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کروں گا، اگر اس حملہ سے جانبر نہ ہوسکوں ہو تو حملہ آور کو قتل کردینا، مگر اس پر صرف ایک ہی وار کرنا اور اس کا (ناک، کان، ہونٹ وغیرہ اعضا کاٹ کر) مثلہ ہرگز نہ کرنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا!

''مثلہ کرنے سے بچو، اگرچہ باؤلا کتا ہی کیوں نہ ہو......

اے حسن !میرے کفن میں گراں قیمت کا کپڑا استعمال نہ کرنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہی ہدایت فرمائی ہے......

اے بنی عبدالمطلب !میری وجہ سے مسلمانوں کی خونریزی نہ کرنا، خبردار صرف میرے قاتل ہی کو سزا دینا، اگر اس کے حملہ کی وجہ سے میری موت واقع ہوجائے تو اس پر صرف ایک ہی وار کرنا''......

اس وصیت کے بعد آپ نے سوائے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے اور کوئی بات نہ کی......(۲۸۸)

پھر ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ھ، اتوار کی شب، ۶۳ برس کی عمر میں (۲۸۹) علم معرفت، شجاعت و بسالت، خلق و مروت، ایثار و سخاوت اور رشد و ہدایت کا یہ آفتاب عالم تاب غروب ہوگیا............

......﴿ انا للہ وانا الیہ راجعون ﴾......

......☆......

(خط کے جواب کا آخری حصہ)

اتحاد ملت کی ضرورت و صورت

قسط : 32

پروفیسر محمد حسین آسی

عزیز القدر محمد عبدالودود صاحب نے غیر مقلدین کے مدرسے سے اور جو کچھ سیکھا، ان کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

۳۔ تمام جید علماء کرام کے ایمان پر شک کرنا بلکہ کفر کا فتوی لگانا

۴۔ مقلدین کے ساتھ ساتھ ائمہ اربعہ پر بھی طعن و تشنیع کے تیر چلانا

۵۔ اسلام کے ہیرو محمود غزنوی کو لٹیرا اور ٹیپو سلطان کو ایک افسانوی کردار قرار دینا

۶۔ اپنے طالبعلموں کی اس طرح تربیت کرنا کہ وہ مخالف مسلک کے مقابلے میں کچھ بھی کر گزریں۔

اب آیئے ہماری معروضات پر غور فرمایئے۔

کفر کا فتویٰ: برادر عزیز! اختلاف کے کئی درجے ہوتے ہیں اور ہر ایک کا حکم بھی مختلف ہوتا ہے۔ بعض اختلاف رحمت بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً دو مجتہد کسی ایک فروعی مسئلے پر خوب غور و خوض کرتے ہیں اور اس فکری و علمی کاوش کے نتیجے میں دونوں کا حاصلِ تحقیق مختلف ہو جاتا ہے تو یہ اختلاف گویا رحمت ہے۔ غیر مجتہد کے لئے گنجائش پیدا ہو گئی کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو اپنا لے، اس کے حق میں جائز ہے۔ کبھی اختلاف تو ہوا مگر اختلاف رکھنے والا عام روش سے ہٹ کر ضروریاتِ اہل سنت میں سے کسی عقیدے کا منکر ہو گیا۔ ایسا شخص گمراہ یا بدعتی تو ضرور ہے مگر کافر نہیں۔ اسی طرح کبھی اختلاف ضروریاتِ دین میں ہوتا ہے۔ ایسا اختلاف یقیناً کفر و اسلام پر منتج ہوتا ہے یعنی جو حق پر ہے مسلمان ہے، جس نے حق کا دامن چھوڑ دیا، مسلمان نہیں۔ مثلاً کوئی شخص یوم آخرت کا یا فرشتوں کا منکر ہے، تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔

وہابیوں کے ہاں عموماً ہر اختلاف کفر و اسلام کا اختلاف ہوتا ہے۔ نہایت ہی قلیل تعداد میں ہو کر غالب اکثریت پر کفر و شرک کا فتوی لگانا انھیں کی جرات ہے منافقین کی اہم علامات میں سے ایک یہی ہے، پھر نفاق نے جس زمانے میں جو نام بھی اختیار کیا۔ منافقین اولین کا یہ وصف اس کی پہچان کراتا رہا۔

گویا چھوٹے گروہ میں ہو کر عام مسلمانوں کے بڑے گروہ کو گمراہ، بیوقوف اور بے علم سمجھنا اس کا فطری اجتماعی مزاج ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے

واذا قیل لھم امنو ا کما امن الناس قالو ا انو من کما امن اسفھاء الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمو ن ہ (البقرہ ۔۱۳)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں' تو کہیں' کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں، سنتا ہے وہی احمق ہیں، مگر جانتے نہیں

گویا اسلام ایک روشن و وسیع شاہراہ ہے، جس پر عام مسلمان چل رہے ہیں مگر نفاق اس کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی تاریک پگڈنڈی ہے، جس پر چل کر منافق خود کو حق پر اور مسلمانوں کی واضح اکثریت کو باطل پرست سمجھتا ہے۔ اسے عام مسلمانوں کے عقیدے پر چلنا ناگوار ہے، کیونکہ انھیں وہ جاہل و احمق سمجھتا ہے۔ اس دور میں بھی آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ منافق بالکل ان پڑھ ہی کیوں نہ ہو اور اس کے مقابلے میں راہ حق پر چلنے والا علامہ زماں ہی کیوں نہ ہو وہ اسے جاہل ہی سمجھتا ہے مگر خود جاہل ہوتے ہوئے بھی خود کو جاہل تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لطیفہ سمجھئے یا کچھ اور' گیارھویں شریف کا ایک منکر میرے سامنے کہنے لگا کہ گیارھویں کو جاہل جائز سمجھتے ہیں اور پڑھے لکھے حرام۔ میں نے پوچھا آپ کتنا پڑھے ہیں بولا دوسری جماعت، میں نے کہا الحمد للہ میں ایم۔اے ہوں۔ لہذا آپ کو فیصلہ بدلنا ہوگا۔ لہذا یوں کہیے' گیارھویں کو جاہل حرام کہتے ہیں اور پڑھے لکھے جائز'

دوسری آیت: **ومن يشا قق الر سول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المو منين نو له ما تو لى ونصله جهنم ط وساء ت مصير اo** (النساء۔۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا، اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے' ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے، اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی

ان دونوں آیتوں نے عام مسلمانوں کے عقیدے پر چلنے کی اہمیت بھی واضح فرما دی اور اس کا انجام بھی بتا دیا۔ پہلی آیت کی رو سے جو لوگ عام مسلمانوں کو جاہل و احمق سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ خود جاہل و احمق ہیں اور یہ بھی ان کی جہالت ہے کہ خود کو جاہل نہیں سمجھتے، اسی کو جہل مرکب کہتے ہیں

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند   در وادیٔ جہل او ابد الدہر بماند

ترجمہ: جو شخص کچھ نہیں جانتا، پھر بھی جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں، وہ جہالت کی وادی سے کبھی نہیں نکل سکتا۔

ممکن ہے آیۂ کریمہ جو منافقین کی شان ہی میں ہے۔

صم بكم عمى فهم لا ير جعون o (البقرہ۔۱۸)

ترجمہ: بہرے گونگے اندھے ہیں پس وہ (ہدایت کی طرف) نہیں لوٹیں گے

بھی اسی جہل مرکب کی طرف اشارہ کر رہی ہے

دوسری آیت میں مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر کسی دوسری راہ پر چلنے والے کو 'جہنم' کی وعید سنائی جا رہی ہے۔ دیکھا برے عقیدے کا برا انجام۔ یہ اللہ جل مجدہ کا فیصلہ ہے۔ اگر کوئی بندہ ہو کر اپنے رب کا فیصلہ بھی نہ مانے تو اس کے جہل مرکب میں اور پھر دوزخی ہونے میں کیا شک ہے۔

قرآن کی فہم: دیانتداری کے ساتھ یہ بھی سوچئے جن کے جاہل ہونے پر اللہ نے مہر لگا دی، انھیں اس کتاب کی سمجھ کیونکر آ سکتی ہے جسے سمجھانے کے لئے اللہ نے کائنات کے معلم اعظم اور ہادی اعظم (ﷺ) کو مبعوث فرمایا۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

وتلك الا مثال نضربها للناس ومايعقلها الا العلمون o (العنکبوت۔۴۳)

ترجمہ: اور یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں سے بیان فرماتے ہیں اور نہیں سمجھتے مگر عالم

قرآن پاک کی سمجھ علم کے ساتھ آتی ہے، جتنا علم اتنی ہی کتاب حکیم کی سمجھ، تو جن منافقین کو علم و عقل سے واسطہ ہی نہیں بلکہ زبان قدرت جن کے سفہاء (یعنی جاہل و احمق) ہونے کا اعلان کر چکی ہے، وہ شور تو مچا سکتے ہیں، قرآن پاک کو سمجھ نہیں سکتے۔

خوارج: عبدالودود صاحب! اسی منافقت نے ترقی بخش صورت اختیار کی اور خوارج کا ظہور ہوا۔ ان کا طرز فکر و عمل بھی پہلے دور کے منافقین سے ملتا جلتا تھا۔ یہ بد بخت حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ کے حاضر باش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی قرآن سے معاذ اللہ ناواقف سمجھتے تھے اور ان پر

بھی کفر وشرک کا فتویٰ لگاتے تھے ۔ نیز خود کوان کے مقابلے میں بہت عالم وفاضل یقین کرتے تھے ۔

ان کی قرآن فہمی کا انداز دیکھنے کے لئے بخاری شریف کی اس روایت پر غور کیجئے ۔

کان ابن عمر یر اھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقو ا الی أیا ت نزلت فی الکفار فجعلوھا علی الموٴ منین (بخاری شریف)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خارجی لوگوں کو بدترین خلق اللہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ انھوں نے جو آئین کافروں کی بابت اتری تھیں انھیں مسلمانوں چسپاں کردیا

ذرا خیال فرمایئے ، خارجی لوگ قرآن پاک سمجھنے میں حقیقت سے کتنے دور تھے ۔ جن لوگوں نے صدر اسلام میں اسلام کے لئے اپنے نبی کریم ﷺ کا غیر مشروط ساتھ دیا اور کفار کے بدترین ظلم وستم برداشت کئے تھے جن کی 'وفا' میں کسی غیر کو بھی شک نہیں ہوسکتا' جنھوں نے قرآن خود مہبط قرآن حضور پرنور ﷺ سے سیکھا تھا مگر خارجیوں کی الٹی کھوپڑی ، اتنی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ محبوب خدا ﷺ کے تلامذہ دور ساری امت کے اساتذہ سے یہ مٹھی بر خارجی علم قرآن میں کیونکر بڑھ گئے ، مگر حیرت بھی کیوں ہو ، انھیں ایسا ہی سوچنا تھا کیونکہ ان جیسی ذہنیت رکھنے والوں کو خود پاک قرآن نے سفہاء فرمادیا تھا ۔ ساری امت ایک طرف ہو اور کچھ لوگ دوسری طرف ۔ ساری امت کو چھوڑ کر قرآن پاک کو محض اپنی عقل وفہم سے سمجھنا کتنا خطرناک ہے؟ سنئے حضور پرنور ہادی اعظم ﷺ کا فیصلہ

من قال فی القر ان برایہ فلیتبو ء مقعدہ من النا ر (ترمذی)

ترجمہ: جس نے قرآن میں اپنی رائے چلائی ، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تلاش کرے

فرقہ واریت کا علاج: کون نہیں جانتا کہ اللہ کے محبوب اکرم ﷺ نے اپنی امت کو خطرات ومہلکات سے بچانے کے لئے مستقبل کے بہت سے احوال بیان فرمائے اور قیامت تک جو کچھ بھی رونما ہونے والا تھا ، بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ، مختلف گھتیاں سلجھائیں اور مختلف ہدایات ارشاد فرمائیں ۔ ان میں ایک اہم مسئلہ تھا امت مسلمہ کا مختلف فرقوں میں بٹ جانے کا ۔ یہ مسئلہ کئی بار اٹھایا گیا اور حضور رحمۃ للعلمین ﷺ نے سچے گروہ کی علامات بیان بھی فرمائیں اور اس سے وابستہ رہنے کی تلقین بھی فرمائیں ۔

مثلاً کہیں فرمایا

تغترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلھم فی النار الا ملة واحد ة قا لو امن ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحا بی (ترمذی ۔ مشکوۃ)

ترجمہ: میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی جو ماسوا ایک کے سب کے سب جہنمی ہوں گے ۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ، وہ فرقہ کونسا ہے؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں

کہیں فرمایا **اتبعو ا اسواد الا عظم فانہ من شذ شذ فی النا ر** (ابن ماجہ)

ترجمہ: سواد اعظم (یعنی بڑی جماعت) کی پیروی کرو اور بیشک جس نے سواد اعظم کو چھوڑا وہ تنہا دوزخ میں ڈالا جائے گا

کہیں فرمایا **ان اللہ لا یجمع امتی اوقال امة محمد علی ضلا لة وید اللہ علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار** (ترمذی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا امت محمد (ﷺ) کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا اور دست قدرت جماعت پر ہوتا ہے اور جو جماعت سے جدا ہو گیا تنہا ہی آگ میں ڈالا جائے گا

دیکھا آپ نے قرآن پاک فیصلہ ُعام لوگوں کی طرح ایمان لاؤ (اور جو عام لوگوں کی طرح ایمان نہ لائے وہ جاہل واحمق: البقرہ) اور جو ُعام مسلمانوں کی روش ترک کردے، وہ جہنمی ُ (النساء) اور دیکھا محبوب اکرم واعظم ﷺ کی بار بار کی تاکید کہ ''بڑے گروہ کی پیروی کرو ُ جدھر جماعت ہے اور عام لوگ ہیں ُاس راستے پر چلو'۔ مگر یار لوگوں نے عام لوگوں کو ہی گمراہ بلکہ کافرومشرک اور جہنمی سمجھ لیا۔ خوش قسمت ہے جو اپنے اللہ کا اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا فیصلہ مانتا ہے اور اس پر کاربند رہ کر یہاں گمراہی اور آخرت میں دوزخ سے بچا رہے گا، بدبخت ہے جو اپنے اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کے فیصلے کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہاں گمراہ ہوتا ہے اور آخرت میں جہنمی۔

وہابیت کا نیا ایڈیشن: منافقین کی سوچ ہمیشہ یہی رہی ہے اور یہی سوچ ان کی پہچان بھی ہے۔ خوارج کی بات آپ نے سن لی۔ دوصدیاں پہلے منافقین وخوارج کا ایک نیا ایڈیشن نجد میں تیار ہوا اور اسی سے ملتا جلتا اس کے کچھ بعد دلی میں۔ محمد بن عبدالوہاب جس کی کاوشوں سے نجدی ایڈیشن تیار ہوا تھا اپنے سے کے چھ سو سال پہلے کے مسلمانوں کو بھی کافرومشرک بتاتا تھا چنانچہ حضرت سید احمد بن زینی دحلان مکی لکھتے ہیں

اردو ترجمہ: ایک شخص نے شیخ نجدی سے سوال کیا جس دین کو تم لے کر آئے ہو، یہ پہلے اسلام سے متصل ہے یا منفصل؟

شیخ نجدی نے جواب دیا:۔ میرے اساتذہ اور ان اساتذہ کے اساتذہ حتی کہ چھ سو سال تک یہ ساری امت کافر اور مشرک تھی۔

اس شخص نے کہا تب تو تمھارا دین منفصل ہے، پس تم نے یہ دین کس سے حاصل کیا؟ کہنے لگا وحی الہام سے جیسی وحی الہام حضرت خضر پر ہوتی تھی، اس نے شخص نے جواب دیا اگر وحی الہام کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ تو اس کی تمھارے ساتھ کیا خصوصیت ہے، ہر شخص ایک نیا دین لے کر اٹھ سکتا ہے (تاریخ نجد وحجاز بحوالہ خلاصۃ الکلام)

ذرا خیال فرمایئے حضور پرنور ﷺ کے علم غیب کا منکر خود ساری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کہ کیا خود علم غیب کا دعویٰ نہیں کر رہا۔ ہاں حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کا علم غیب بھی امید ونوید اور رحمت وبرکت کا علمبردار ہونا چاہئے چنانچہ سنئے ایک اور ارشاد پاک

انی لست اخشی علیکم ان تشرکو ا بعدی ولکن اخشٰی علیکم الدنیا ان تنا فسوا فیھا فتقتلو ! فتھلکو کما ھلک من کان قبلکم قال عقبۃ فکا ن اخرمارایت رسول اللہ ﷺ علی المنبر (صحیحین)

ترجمہ: مجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن اس بات کا خوف ہے کہ تم کو دنیوی مال بکثرت حاصل ہوگا اور تم مال دنیوی کی محبت میں متفرق ہو جاؤ گے اور مال ودولت کی وجہ سے تم ایک دوسرے سے لڑو گے اور ہلاک ہو گے۔

حضرت عقبہ (حدیث کے راوی) فرماتے ہیں ُمیں نے اس کے بعد حضور رسول اللہ ﷺ کو منبر پر جلوہ گر نہیں دیکھا

یہ تھا ساری امت کے بارے میں حضور پرنور ﷺ کا فیصلہ، اب عرب شریف کی بابت خصوصی ارشاد ملاحظہ ہو (یہاں کئی ارشادات عالیہ پیش کئے جاسکتے ہیں، نمونے کے طور پر اور کسی نتیجے پر پہنچے کے لئے ایک ہی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

'حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا

الشیطٰن و قد ایس ان یعبدہ المصلون فی جزیر ۃ العرب ولکن فی التحریس بینھم (مسلم)

ترجمہ: شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پوجا ہوگی، لیکن وہ انھیں آپس میں لڑاتا رہے گا۔

دیکھا آپ نے اللہ جل شانہ اور حضور پرنور محسن اعظم ہادی اکرم رسول اکرم ﷺ نے کیا فیصلہ ارشاد فرمایا، مگر منافق پھر ان کے وارث خارجی اور پھر ان کے وارث نجدی وہابی اپنے اپنے دور میں اس فیصلے سے کس حد تک سرکشی کا مظاہرہ کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ پہلے ان بد نصیبوں نے اکثریت سے بغاوت کی اور اسی پر وہ فتویٰ لگایا (یعنی شرک کا) جس سے محفوظ رہنے کی 'الصادق اور 'الامین' خود ضمانت دے گئے تھے

غرور وتکبر: کوئی ان پڑھ سے ان پڑھ اور جاہل سے جاہل بھی کیوں نہ ہو، یوں ہی کسی کلمہ خواں مسلمان کو کافر یا مشرک کہتے ہوئے ڈرتا ہے،

حیرت ہے یہ لوگ آیات کی تلاوت بھی کرتے رہے اور روایات بھی دیکھتے رہے، انھیں کلمہ شریفہ کی اہمیت کیوں نہ سمجھ آسکی۔ بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ پہلے ان میں غرور و تکبر پیدا ہوا اور پھر اس کی سزا میں عقل و فہم ان سے سلب کر لی گئی اور قرآن پاک کی زبان میں یہ مکمل 'سفہا' بنا دیئے گئے۔

حقیقت یہ ہے کسی کو بھی تباہ کرنے کے لئے اسے غرور و تکبر کا نشہ چڑھا دیجئے، پھر دیکھیں کیا بنتا ہے۔ اس میں کیا شک ہے بنی نوع انسان کا بیڑا غرق کرنا شیطان کا مقصد حیات ہے۔ اور وہ ذاتی تجربے سے جانتا ہے کہ کسی کی تباہی و بربادی کو یقینی بنانے کا ایک ہی راستہ ہے، اسے مغرور و متکبر بنا دو۔ بزرگ فرماتے ہیں

تکبر عزازیل را خوار کرد   بزندان لعنت گرفتار کرد

خدائے بزرگ و برتر نے خود اس کی تباہی کا سبب اس کا غرور و تکبر ہی بیان فرمایا

ابی و استکبرو کا ن من الکفرین o (البقرہ۔۳۴)

ترجمہ: منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

وہ ہر دور کا رئیس المتکبرین ہے اور یہ اپنے اپنے دور میں اس کے وارث، مظہر و نمائندہ ہونے کی حیثیت سے 'رئیس المتکبرین' بن جاتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ یہ اس سے بھی آگے نکل گئے تو غلط نہیں ہوگا کیونکہ وہ خلیفہ اول حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کا منکر تھا اور یہ خلیفہ اکمل حضور پرنور ﷺ کی تعظیم کے، ہاں ہاں آدم علیہ السلام کو سجدہ اگر اللہ کا حکم تھا تو سید عالم نور مجسم ﷺ کی تعظیم بھی اللہ جل جلالہ ہی کا قرآنی ارشاد ہے۔

بہر حال کثیر امت پر کفر و شرک کا فتوی لگانا یہ انھیں کا 'حوصلہ' ہے۔ آپ نے نجد کے رئیس المتکبرین کا فتوٰی سن لیا کہ اس کے دور سے چھ سو سال پہلے بھی کوئی مسلمان نہ تھا

خود بھی 'مشرک': اب آیئے دہلی کے رئیس المتکبرین جناب اسمٰعیل دہلوی کی طرف، انھوں نے مشرک گری کے شوق میں ایسا فتوٰی دیا ہے کہ آنجناب خود بھی ساتھیوں سمیت اس کی زد میں آگئے ہیں، یعنی جو حضرت اقبال علیہ الرحمتہ نے فرمایا تھا

میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ   نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے باب لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس (قیامت بدترین انسانوں پر آئے گی) میں ایک طویل حدیث کا خلاصہ مضمون یہ ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام اور دجال لعین کے ظہور کے بعد ایک ہوا چلے گی، کہ سب بندے جن میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا مر جائیں گے، جو رہ جائیں گے ان میں قطعاً خیر نہیں ہوگی اور اپنے آبا و اجداد کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ہوا قیامت سے کچھ پہلے چلے گی۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ بھی وصال فرما چکے ہوں گے۔ اور ہوا کے چلنے کے بعد کوئی مومن زندہ نہیں رہے گا۔ مگر تقویت الایمان کے مشرک گر مصنف جناب اسمٰعیل صاحب حدیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں 'سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا، اب پوچھئے جناب جب پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے فرمان کے مطابق ہو گیا تو ظاہر ہے اب دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہا۔ حضور پرنور ﷺ کے ارشاد عالی کا اگر یہی مطلب ہے تو ہوا چل چکی، مومن دنیا سے رخصت ہو گئے، اسمٰعیل صاحب اور باقی وہابیوں کے ایمان کی کیا دلیل ہے۔ کیا حدیث پاک میں استثنٰے موجود ہے۔

یہ عجیب تر بات ہے کہ حضور ﷺ کے علم غیب کے عقیدے کو شرک یہ سمجھنے والے جب کوئی بات منوانا چاہتے ہیں تو دھڑا دھڑ پیشگوئیاں پیش کرتے جاتے ہیں۔ اس وقت ان سفہا کو یہ بات بھی یاد نہیں رہتی کہ یہ پیشگوئیاں تو خود علم غیب کا ناقابل تردید ہیں۔

آپ نے 'توحید' کے ان علمبرداروں پر غور کیا کہ جس امت کو اللہ نے خیر امت (بہترین امت) فرمایا' جس امت کی بخشش کے لئے اللہ کے محبوب ﷺ نے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے، جس امت میں آج تک ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے رہے جن پر بجا طور پر اسلام اور انسانیت کو

ناز ہے، جس امت کے پاس قرآن پاک موجود ہے اور اس کا فیض جاری ہے، اس امت کو کافر ومشرک کہنا عین نصف النہار کے وقت سورج کی تابشوں کا انکار کے مرادف ہے۔ ان بدبختوں سے کوئی پوچھے تم چند تقدیر کے ہیٹوں کے سوا کسی اور کو بھی یہ بات سوجھی ہے۔ تم میں سے کون ہے جو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ہمپایہ ہے، کون ہے جسے داتا گنج بخش کے برابر سمجھا جائے، علم وفضل ہی میں سہی تم میں کون ہے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ہمسر ہو۔ ہاں تم سے کوئی بعید نہیں کسی نتھو فتو کو ان بزرگوں کی مثل قرار دے دو۔ جو سیاہ رو امت کے والی اپنے نبی و رسول ﷺ کو بھی اپنا بھائی اور مثل سمجھتا ہے اس اندھے کے نزدیک امت کے اکابر کی کیا حیثیت ہے۔ بہرحال کہنا تو یہ ہے کہ منافق خارجی یا وہابی کسی نام سے منظر عام پر آئے، تکفیر امت اس کا محبوب مشغلہ ہے۔

جماعت اسلامی کی تاسیس: کیا آپ نے 'جماعت اسلامی' پر غور فرمایا ہے۔ اس کے ظاہر کو دیکھئے تو اتحاد کی داعی اور باطن پر جائیے امت کے مجدد، مجتہد، صحابہ کرام حتیٰ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بلکہ انبیاء معصومین علیہم السلام سب کے خلاف محاذ آرا ہیں۔ اس کے ہاں ایک ہی ذات پاک ہے جو عیب بلکہ امکان عیب سے بھی پاک ہے، اور وہ ہے جناب مودودی کی ذات پاک۔

۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کو جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی گئی۔ ستر یا پچھتر آدمی تھے جو ہندوستان کے طول وعرض سے بلائے گئے تھے۔

اجلاس کی کاروائی کا حال بیان کرتے ہوئے وہابی تذکرہ نگار محمد اسحٰق بھٹی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

مولانا (مودودی) نے اپنے طور یا کسی کی رائے پر فرمایا کہ اس مجلس میں جو حضرات موجود ہیں تجدید ایمان کریں اور کلمہ شہادت پڑھیں۔ تجدید ایمان کا یہ مطلب بتایا گیا کہ جتنے بھی لوگ جو اس اجلاس میں موجود ہیں، وہ کلمہ شہادت پڑھ کر آج سے نئے سرے سے ایمان قبول کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے مولانا مودودی نے کلمہ شہادت پڑھا۔۔۔۔۔۔۔ جب سب لوگ تجدید اسلام کر چکے اور کلمۂ شہادت پڑھ چکے تو مولانا مودودی نے مختصر سی تقریر کی۔ مولانا نے تقریر میں فرمایا کہ آج سے ایک جماعت قائم کی جاتی ہے، جس کا نام جماعت اسلامی ہے اور اس کا امیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ہوگا۔ (منزل کی تلاش بحوالہ قومی ڈائجسٹ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

جماعت اسلامی سے باہر جو مسلمان ہیں، جماعت اسلامی کا دستور انھیں صحیح الاسلام نہیں سمجھتا، ان کی نظر میں مسلمان ہونا اس وقت ہوگا جب وہ جماعت کا اسلام قبول کر لیں گے ثبوت کے طور پر جماعت اسلامی کی دستوری تشریح ملاحظہ کیجئے۔

'اس جماعت میں کوئی شخص محض اس بنا پر شامل نہیں ہوگا کہ وہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا اور اس کا نام مسلمان کا سا ہے۔ اس طرح کوئی شخص کلمہ طیبہ کے الفاظ کو بے سمجھے بوجھے محض زبان سے ادا کرے، اس جماعت میں نہیں آسکتا۔'

(منزل کی تلاش بحوالہ دستور جماعت اسلامی: ۲۶)

سوچئے محمد بن عبدالوہاب اور مودودی کی سوچ کتنی یکساں ہے۔ 'اتحاد ملت' کا نعرہ لگانے والی جماعت کا یہ حال ہے تو دوسروں کا کیا ہوگا۔

'قیاس کن گلستان من بہار مرا'

انتشار کون پھیلاتا ہے: اب میں ملت کے ان بہی خواہوں کے سامنے جو انتشار ملت سے سخت پریشان ہیں، دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ از راہ انصاف بتائیے، ملت میں انتشار کون پھیلا رہا ہے اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ سے چند ایسی عبارات کے بارے میں جن میں اللہ اور اس کے محبوب مکرم ﷺ کی کھلی توہین تھی، فتویٰ پوچھا گیا، عبارتیں لکھنے والوں میں جو لوگ زندہ تھے۔ اتمام حجت کے طور پر ان سے ان عبارات کی مراد بھی پوچھی تو کسی نے جواب نہ دیا۔ لامحالہ ایک مفتی کی حیثیت سے جو شرعی حکم تھا، بیان کیا اور اس میں نہ ان زرخرید ملاؤں کی پروا کی اور نہ ان کے خریدار انگریزوں کی۔ اتنی سی بات سے آسمان سر پر اٹھالیا اور شور مچا دیا کہ بریلوی سب کو کافر کہتے ہیں، حالانکہ یہ عبارات مفہوم گستاخی میں اتنی واضح ہیں کہ خود ان کے اپنے ملا بھی بے خبری میں ان پر حکم کفر وارتداد دے دیتے ہیں۔ ہاں جب معلوم ہو جائے کہ عبارت فلاں

'بزرگ' یا گرگ کی لکھی ہوئی ہے تو دبک کے رہ جاتے ہیں۔

جید علما کی تکفیر:

۳۔ہاں اے عزیز مکرم جناب عبدالودود صاحب! آپ نے فرمایا تھا کہ ان کے مدرسوں میں تمام جید علمائے کرام کو کافر کہنا سکھایا جاتا ہے، اوپر کی سطور سے آپ نے اندازہ۔لگا لیا ہوگا، تمام جید علماء حاضر تو ایک طرف، یہ اسلام کے تابناک ماضی کی تابناک شخصیتوں کو بھی معاف نہیں کرتے۔ جب حضور پر نور ﷺ کے بارے میں بھی ان کا دل صاف نہیں اور ان کا انداز ایک غلام یا امتی کا نہیں ہوتا بلکہ ان کے طرز عمل کو دیکھئے تو نہ یہ اللہ سے راضی ہیں اور نہ حضور ﷺ سے۔آخر ایسا کیوں نہ ہو ان کے پاس گمراہ کرنے کے لئے بھی چند روایات ہوں گی، باقی دفتر احادیث و روایات تو انھیں کے پاس اور انھیں کے ساتھ ہے، جو خود کو اہل سنت و جماعت کہتے ہیں اور جنھیں یہ کافر و مشرک کہتے ہیں۔ان سینکڑوں، ہزاروں احادیث کو پڑھتے پڑھاتے ان کا خون کیوں نہ کھولے۔یہی حال قرآنی آیات کا ہے مگر 'سفہا' ہونے کی بنا پر انھیں کسی بات کی سمجھ نہیں آتی۔

ہم الٹے، بات الٹی، یار الٹا　　　　ہو کیا سیدھا کہ ہے ہر کار الٹا

ائمہ اربعہ پر طعن: ۴: آپ نے فرمایا ہے مقلدین کے ساتھ ساتھ ائمہ اربعہ پر طعن و تشنیع کے تیر چلانا بھی یہاں کی گویا تربیت کا اہم عنوان ہے۔عزیز من جنھوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پروا نہیں ان کے نزدیک ائمہ اربعہ کی کیا حیثیت۔اس تاریک فضا میں تو زیادہ 'بکنے' والے کی قدر زیادہ ہے اور زیادہ سے زیادہ بکنا گویا ان کا ذریعہ معاش بھی ہے۔آپ کسی عالم دین کو اپنی مسجد میں بلاتے ہیں تو دیکھتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ مدلل طریقے سے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی، ان کے اہل بیت اطہار، ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و ثنا کرے یا کاملین امت کے کارنامے بیان کرے اسے بلاتے ہیں۔یہ بلاتے ہیں اسے جو زیادہ سے زیادہ محبوبان خدا کی شان میں اول فول بکے۔بزرگان دین پر اعتراض کرے اور امت کو زیادہ سے زیادہ مشرک ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

اسلام کے ہیرو: اس میں کیا شک ہے کہ محمود غزنوی اسلام کا ایک قابل فخر سپوت ہے۔اس نے ہندوستان میں شرک و کفر کا زور توڑا اور جب سومنات کے بت ریزہ ریزہ کرنے لگا تو مشرکان ہند نے زر و جواہر کی پیشکش کرتے ہوئے اسے بتوں کی شکست و ریخت سے روکنے کی کوشش کی مگر اس نے ایسا جواب دیا جس سے ایمان جھوم اٹھتا ہے یعنی فرمایا 'میں بت شکن ہوں، بت فروش نہیں'

توحید پر یقین رکھنے والوں کو ایسے شخص پر ناز ہونا چاہئے، یقیناً ایسا ہی ہے، صدیاں گزر گئیں، آج بھی اہل ایمان اس کا تذکرہ محبت و عقیدت سے کرتے ہیں مگر نجد و دیوبند کے 'موحد' اس سے خوش نہیں۔یہ دراصل اس سے خوش ہوتے ہیں جن سے ان کا استاد یا 'موحد' اول خوش ہوا تھا۔ہاں محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے کسی صحابی یا ولی کا مزار پاش پاش کیا ہوتا تو وہ ان کی تاریخ کا ہیرو ہوتا۔مگر شاید ان کے نزدیک اکابر امت کے مزارات پر تو شرک ہوتا ہے البتہ جہاں بت ہوتے ہیں، وہاں انھیں توحید نظر آتی ہے۔سعودی عرب کے شہنشاہ جنھوں نے بڑی 'پامردی' سے مزارات پر حملہ کیا تھا، امریکہ میں واشنگٹن کی قبر پر خود پھول چڑھاتے ہیں اور وہ ملاجن کے مسلمان مردوں کو ایصال ثواب ممکن اور جائز نہیں، گاندھی کی تصویر کے نیچے اسے ایصال ثواب کرنے کے لئے تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں۔

ٹیپو سلطان کو افسانوی کردار قرار دینے سے بھی ان کی غرض ہے اس کی اہمیت نظروں سے اوجھل کرنا۔دراصل یہ اس سے بھی ناراض ہیں کیونکہ وہ انگریزوں کی راہ روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔انگریزوں سے ان کا رشتہ ابلیس کے 'وسیلے' سے ہوا ہے۔ابلیس جانتا تھا انگریز برصغیر میں اسلام اور اسلام کے نام لیواؤں پر کیا کیا ظلم کریں گے اسلام دشمن کے لئے یا ان سے کیا کیا کام لیا جا سکتا ہے لہذا شیطان انگریزوں سے بہت خوش تھا (اور آج بھی اپنے ان سپوتوں سے بہت راضی ہے۔خصوصاً 'بش' تو اس کا بہت چہیتا ہے) وہابی اور انگریز یک جان و دو قالب ہیں۔ اس کو سمجھنے کے لئے اس روایت پر غور فرمائیے۔

''کسی نے کلکتہ میں مولانا اسمٰعیل دہلوی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے''

جواب دیا' ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں۔ایک تو ان کی رعیت ہیں۔دوسرے ہمارے مذہبی ارکان ادا کرنے میں وہ بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے بلکہ اگر کوئی ان پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ برطانیہ پر آنچ نہیں آنے دیں۔(منزل کی تلاش بحوالہ۔حیات طیبہ سوانح احمدی،تواریخ عجیبہ)

۱۸۵۷ء میں جب مسلمان انگریزوں کے ساتھ جہاد کر رہے تھے،انھیں اسمٰعیل صاحب کے وارث انگریز عورتوں اور مردوں کو گھروں میں پناہ دے رہے تھے۔چنانچہ اسی کے صلے میں جب اہل اسلام پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے،انھیں شمس العلماء وغیرہ خطابات بھی ملے اور جاگیریں بھی۔'جہاد' کے منسوخ ہونے پر انھیں حضرات داد تحقیق دی اور انعام پائے۔(مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی نے 'الاقتصاد فی مسائل الجہاد' اسی مقصد کے لئے لکھی گئی تھی۔

اور کہتے ہیں انگریزوں کا خود کاشتہ پودا مرزا قادیانی جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا،بھی پہلے غیر مقلد وہابی ہی تھا۔

وضع حدیث: ٦۔آپ نے وہابی اساتذہ کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے۔

''اپنے طالبعلموں کی اس طرح تربیت کرنا کہ وہ مخالف مسلک کے مقابلے میں کچھ بھی کرگزریں''۔میں اس طرح کا ایک واقعہ سناتا ہوں

''میرا ہی کلاس فیلو عبدالجبار جناب مخالف مسلک کے کسی نوجوان سے بحث کرتے ہوئے زچ ہو جاتا تو وہ اپنی طرف سے عربی میں حدیث پیش کرتا (کیونکہ اس کو عربی میں عبور حاصل تھا) مخالف فریق اس نئی حدیث کو سن کر چپ ہو جاتا اس طرح یہ جیت جاتا اور مسلک اہل حدیث کی حقانیت کو یوں ثابت کرتا''۔

جواباً عرض یہ ہے کہ قرآن پاک ایسے لوگوں کی حمایت نہیں کرتا اور یہ لوگ اللہ جل شانہ کی کتاب لاریب سے اپنا مسلک ثابت کرنے سے مایوس ہو چکے ہیں۔ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ قرآن پاک سے اپنا عقیدہ اخذ کرتے،جب عقیدہ خود گھڑیں اور اس کو قرآن حکیم پر ٹھونسنا چاہیں تو کامیابی ناممکن ہے،محبوب اکرم نور مجسم ﷺ کے ارشادات کا بھی یہی حال ہے،وہاں سے بھی انھیں سوا رسوائی سے کچھ نہیں ملتا۔تو پھر ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ شیطان کا نام لے کر انھیں اور جو منہ سے اگلتے جائیں اسے 'حدیث' کا نام دے دیں۔سچ فرمایا تھا جناب حالی نے

جس کو خدا کا خوف ہے،وہ ہے بزرگ دیں — دنیا کی جس کو شرم ہے ، مرد شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں ، اس کو کیا کہوں — فطرت کا وہ رذیل ہے، دل کا کثیف ہے

اسی لئے کسی صاحب نے فرمایا تھا اہل حدیث کا ترجمہ ہی شاید ان کے اپنے نزدیک حدیثیں گھڑنے والا۔یاد رکھیں ان سے پہلے پوری تاریخ اسلام ترکیب اہل حدیث،فرقے کے نام کی حیثیت کبھی بھی متعارف نہیں ہوئی۔جو لوگ علم حدیث کے لئے خود کو وقف کر دیتے تھے انھیں محدث یا اہل حدیث کہا جاتا تھا۔کئی صدیوں کے بعد یا یوں سمجھو آج سے ایک ڈیڑھ صدی پہلے برعظیم پاک و ہند پر انگریزی اقتدار مسلط ہو گیا تو معاذ اللہ جہاد کی منسوخی پر کتاب 'الاقتصاد فی مسائل الجہاد' لکھنے والے ملا محمد حسین بٹالوی نے انگریز گورنر کو باقاعدہ درخواست دے کر اپنا نام وہابی کی بجائے اہل حدیث منظور کرایا۔کتنی مضحکہ خیز صورت حال ہے یہ کہ جن لوگوں نے اپنا نام بھی فرزندان تثلیث کی منظوری سے (اہل حدیث) رکھا ہو وہ عام مسلمانوں کو مشرک اور اہل سنت پر بدعتی ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔

مولوی عبدالمجید سوہدروی 'سیرت ثنائی میں فرماتے ہیں۔

(بٹالوی) نے اشاعۃ السنۃ کے ذریعے اہل حدیث کی بہت خدمت کی۔لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہل حدیث سے موسوم کیا گیا (وہابی مذہب بحوالہ سیرت ثنائی) سے

اطاعت افرنگ: جہاں تک منظوری کا تعلق ہے یہ بھی اعتماد و وابستگی کی علامت ہے۔ ہم بھی حصول برکت کے لئے اپنے بزرگوں سے منظوری لیتے ہیں، اس لئے کہ ہمیں بزرگوں کی دعا و توجہ پر بھروسا ہوتا ہے، اور انہیں کے صدقے ہمیں ہر نعمت ملتی ہے۔ نجد و دیوبند کے علماء کو بھی بزرگان فرنگ پر ممکن ہے کچھ اسی قسم کا اعتماد ہو۔ ان کی تاریخ بتاتی ہے کہ واقعی یہ لوگ جو کرتے ہیں اپنے ان بزرگوں کی منظوری سے کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے 'منظوری نہ ہونے کی بنا پر نہیں کرتے۔ مثلاً انگریزوں نے فرمایا کہ مسلمانوں کا یہ معمول کہ اپنے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس طرح درود پڑھتے ہیں گویا وہ سن رہے ہوں۔ یہ نا قابل برداشت ہے' پیران فرنگ کے مریدان 'باوفا' حکم کی تعمیل کی اور پوری کوشش کی کہ درود شریف کا صیغہ حاضر ختم کر دیا جائے یعنی الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کو روکنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ جس نے ان کے حکم کی تعمیل نہ کی' اسے جان سے مارنے سے بھی گریز نہ کیا۔ انگریزوں نے کہا 'مسلمان قرآن و کتب حدیث کا غیر معمولی ادب کرتے ہیں' یہ طرز عمل ختم ہونا چاہئے۔ چنانچہ اور تو اور' خود حرمین شریفین میں اس وقت بھی مسلمانوں کی ان مقدس کتابوں سے سلوک ہوتا ہے' انگریزوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے کافی ہے' انہوں نے کہا مزارات نہیں رہنے چاہئے، ان سے مسلمانوں کو ولولہ' تازہ ملتا ہے۔ فرمانبردار مریدوں نے اس پر عمل کر کے دکھایا اور مقدس ترین مزارات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ برصغیر میں بیرونی آقاؤں نے اپنے مرید اسمٰعیل کو حکم دیا کہ دلی کے چوکوں میں کھڑے ہو کر اپنا اور مسلمانوں کا ایمان ذبح کرنے کی کوشش کرو' مرید نے سر تسلیم خم کر دیا' تعمیل حکم کے وقت کسی طرح کی چون و چرا نہ کی اور مشکلات راہ تک کی کچھ شکایت نہ کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ **المرید لا یرید** (یعنی مرید وہی ہوتا ہے جس کا اپنا ارادہ نہ ہو) پیران فرنگ مشہور ڈاکو امیر محمد خاں کے ہاتھوں پریشان تھے' اسمٰعیل پارٹی نے اسے رام کیا' انگیریزوں نے کہا سرحد کے پٹھانوں اور پنجاب کے سکھوں کا یہ معاملہ خطرناک ہے' اسمٰعیل اپنے ہندی پیر کی معیت میں انگریزی پیر کی اطاعت کے لئے سکھوں کے مظالم کا چرچا کرتے کرتے سرحد کے پٹھانوں سے لڑائی مول لی حتیٰ کہ انگریز کی راہ میں 'شہید' ہو گیا۔ پھر باقی وہابی جب تک انگریز مسلط رہے' انھیں کا کلمہ پڑھتے رہے اور بڑھ چڑھ کر انگریزی راج کی 'حمد و ثنا' کر کے اسے کسی بھی اسلامی حکومت سے اپنے لئے زیادہ با برکت ثابت کرتے۔ کون نہیں جانتا انگریز پاکستان کے سخت مخالف تھے تو انھوں نے بھی پوری نیاز مندی سے وہی کچھ کیا جس کا ان کو 'امر' ہو چکا تھا۔ وہابیت کی پوری تاریخ انگریزوں کے ساتھ ان عقیدت و محبت کے 'شواہد' سے بھری پڑی ہے۔ ہمفرے' اور 'لارنس آف عریبیا' نے اس گاڑی کو سٹارٹ کیا، ایک نے عقیدے میں ان کی رہنمائی کی اور دوسرے نے ان کے ذریعے خلافت عثمانی کے خلاف بغاوت کرائی حتیٰ کہ اسے ختم کر کے دم لیا۔ ابن سعود کا برطانیہ سے معاہدہ جو آپ گذشتہ قسط میں دیکھ چکے ہیں' اسی ابتدائی تاریخ کا اہم باب ہے۔ حقیقت ہے کہ انھوں نے ہر اڑے وقت میں انگریز پر ہی 'توکل' کیا اور جب بھی مدد کی ضرورت پڑی، اسی کی دہائی دی۔ چنانچہ حرمین شریفین میں خود تباہی مچائی تو انگریز سر پر تھا اور جب ان کی حفاظت دشوار نظر آئی تو 'امریکہ' ہی سے 'استعانت' کی چنانچہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے گھروں کا 'محافظ و نگہبان' اس وقت بھی امریکہ ہے۔ کون نہیں جانتا 'غیر اللہ' سے مدد مانگنا ان کے ہاں شرک ہے' مگر یہ الگ بات ہے کہ اللہ کے محبوب و مقرب حضرات ان کے ہاں 'غیر اللہ' ہیں اور اللہ کے دشمن ان کی نظر میں غیر اللہ نہیں ہیں یا یوں سمجھو توحید' والوں سے مدد مانگیں تو شرک اور تثلیت والوں سے مانگیں تو توحید، کتنی 'وسعت' ہے ان کے فکر و نظر میں۔

عزیز القدر عبدالودود صاحب! آپ نے اپنے کلاس فیلو عبدالجبار کے بارے میں لکھا ہے کہ عربی زبان میں ماہر تھا' جب مخالف فریق سے مناظرہ کرتے ہوئے زچ ہو جاتا تو فوراً حدیث گھڑ لیتا تھا۔ ایسا کیوں کرتا تھا اس لئے کہ اس سے مسلمانوں کے نبی حضور سید عالم نور مجسم ﷺ نے سخت منع فرمایا تھا جنھیں یہ اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے جسے اپنے جیسا سمجھا جائے، اس کی بات کون سنتا ہے؟ چنانچہ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار (بخاری شریف، مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ: اگر کسی نے میری جانب سے جھوٹی بات نقل کی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے

تفصیل میں جانے کا وقت نہیں، ورنہ حدیثیں گھڑنا، سندیں بدلنا اور راویوں کے حالات میں ردوبدل کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ ازراہ کرم! ذرا سوچ کر بتایئے کہ عبدالجبار کے اس طرز عمل پر اس کے اساتذہ راضی تھے یا ناراض۔ اگر بڑے میاں خود ہی اس 'فیض' کا سرچشمہ ہو تو چھوٹے میاں کو کیا کہیں

آپ نے یہ بھی لکھا ہے:

وہابی ملا کا کردار:

"اسی پر اکتفا نہیں، ملتان شہر کے ایک بڑے اہل حدیث مولوی صاحب کو سعودی عرب سے مساجد، مدارس اور مسلک اہل حدیث کے لئے گرانٹ آتی تھی۔ یہ مولوی صاحب کسی زیر تعمیر بلڈنگ کی فائل فوٹو بنا کر سعودی عرب ارسال کرتے کہ اس مسجد کے لئے فنڈ درکار ہے۔ فنڈ آجانے کے بعد وہی مسجد عالیشان کوٹھی میں تبدیل ہو جاتی اور فروخت کر دی جاتی۔ اب وہ شہر کے امیر ترین اشخاص میں شمار ہوتے ہیں میرے خیال میں ان کے پاس دین کا علم بھی نا کافی ہے۔ عامۃ المسلمین کو کافر گردانا ان کا پسندیدہ ترین مشغلہ ہے"

اس پر کیا تبصرہ کروں، یہ ان کے ہاں بالکل معمولی بات ہے، حدیث پاک میں آیا ہے۔

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ترجمہ: جب حیا نہ ہو تو جو چاہے کر (ابوداؤد)

ان کے اپنے نقطہ نظر سے بات کی جائے تو اسمٰعیل دہلوی نے انھیں یہ بات سمجھا دی ہے کہ توحید کامل ہو تو گناہ بھی دوسروں کی عبادت سے افضل ہو جاتا ہے۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

'سو یہ جان لینا چاہئے کہ جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کر سکتی۔ فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے' (تقویت الایمان)

دیکھا اسمٰعیل کا کمال، بندہ متقی بھی اسی وقت اور مشرک بھی، کوئی یہ بات سوچ سکتا ہے کہ تقویٰ اور شرک جمع ہو سکتے ہیں سوا اس کے جس کا سینہ انگریز کی غلامی نے روشن کر دیا ہو، اور سنئے

'آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جاوے اور محض بے حیا ہی بن جاوے اور پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی برائی کا امتیاز نہ کرے مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوا کسی اور کو ماننے سے بہتر ہے' (تقویت الایمان)

گویا وہابیوں کو گناہ میں ڈوب جانے، پوری طرح بے حیا بن جانے۔ پرایا مال ہڑپ کرنے اور بھلائی برائی میں تمیز نہ کرنے کی اجازت ہے۔ ہمارے قرآن پاک نے بار بار **الذین امنو او عملو ا الصلحت** وغیرہ کے الفاظ سے ایمان اور عمل صالح پر زور دیا مگر وہابیہ کو قرآنی حکم سے زیادہ اسمٰعیلی حکم پسند خاطر ہے، لہذا ملتان کے ملا نے جو کچھ کیا' اپنے مذہب پر عمل کیا۔ پھر جب وہ عام مسلمانوں کو مشرک بھی کہتا ہے تو اس کے وہابی ہونے میں کیا کمی آئی۔ باقی مسلمانوں اور وہابیوں کا حلال و حرام کے مسئلے میں بھی خاصا اختلاف ہے۔ اس وقت تفصیل کی گنجائش نہیں۔

عبدالودود صاحب! خدا کا شکر ہے میرے بھانجے آفتاب سے آپ کی ملاقات ہوئی اور اوہام کے اندھیرے چھٹ گئے۔ آفتاب سے اندھیرے ہی تو چھٹے ہیں۔ کاش آفتاب ﷺ مدینہ جسے اللہ نے سراجا منیرا فرمایا ہے، ہم سب پر اور زیادہ متوجہ ہوں تا کہ اللہ کے دین حنیف کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں

والسلام

خادم بارگاہ حضور نقش لاثانی

آسی

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

قسط: 56

پروفیسر محمد حسین آسی

لیجئے پھر ماہ اکتوبر آ گیا جو اپنے برادرانِ طریقت کے لئے گویا فصلِ بہار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یوں تو ملک اور بیرون ملک میں سید الاولیاء سند الاصفیاء محبوب سبحانی قیوم زمانی حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کے بیسیوں اعراس مقدسہ منعقد ہوتے ہیں، بعض شعبان المعظم کے اعتبار سے (کہ تاریخ وصال ہے ۱۶ شعبان ۱۳۵۸ھ) اور بعض اسی اکتوبر کی نسبت سے (کیونکہ عیسوی تقویم کے حساب سے تاریخ وصال یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء) ہاں سالانہ مرکزی عرس مقدس جو خاص دربار لاثانی علی پور سیداں شریف میں منعقد ہوتا ہے، ۲ اکتوبر ہی کو ہوتا ہے۔ پہلے یہ بکرمی تاریخ یعنی ۱۷ اسوج والا عرس کہلاتا تھا (کیونکہ وصال شریف ۱۶ اسوج ۱۹۹۶ بکرمی ہوا تھا) چونکہ اب یہ تاریخ تقریباً ہر سال مشکوک ہو جاتی تھی لہذا اس عرس مرکزی کے بانی شہنشاہ ولایت قاسم زہد و طریقت حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اپنی حیات دنیوی کے آخری عرس منعقدہ ۱۹۸۶ء میں اعلان فرمادیا کہ آئندہ عرس مقدس کی تاریخ ۱۷ اسوج کی بجائے ۱۲ اکتوبر ہوگی) اگرچہ عرس عملاً دو تین راتیں پہلے ہی شروع ہو جاتا تھا، مگر (عرس کا) دن صرف ایک تھا۔ پھر بانی عرس حضور نقش لاثانی قدس سرہ کا وصال شریف بھی ہو گیا تو یکم اکتوبر کو ۲ کے ساتھ ملا کر دو عظیم بادشاہوں کا یہ عرس تاریخاً بھی دو دن تک ہو گیا۔ یہ تبدیلی دوسرے سجادہ نشین عارف حقانی حضور پیر سید عابد حسین شاہ صاحب نقشۂ نقش لاثانی قدس سرہ نے کی تھی۔ پھر ۱۹۹۹ء میں ان کا وصال شریف بھی ہو گیا تو ان کا عرس بھی ساتھ مل گیا تاہم تاریخ و وقت میں کوئی اضافہ نہ ہوا۔ مختصر یہ کہ یکم، ۲ اکتوبر کو دربار لاثانی علی پور سیداں شریف میں منعقد ہونے والا پنجاب کا سب سے بڑا عرس (عرس لاثانی) تین ہستیوں کی نسبت سے سرفراز ہے۔

۱۔ شہنشاہِ معرفت حضور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ الصمدانی

۲۔ شہنشاہِ ولایت حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی

۳۔ شہنشاہِ طریقت حضور نقشۂ نقش لاثانی قدس سرہ السبحانی

کیا بات آسی ان تینوں کی، یہ تینوں نور کے پیکر ہیں

لاثانی ، نقش لاثانی اور نقشہ نقش لاثانی

یہ عرس مقدس ۱۹۴۰ء سے شروع ہوا اور پھر رو بہ ترقی رہا۔ ۱۹۶۳ء میں اسی عرس کے موقع پر خطاب کے دوران ترجمان طریقت حضرت ابوالکلام صاحبزادہ فیض الحسن آلو مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا تھا کہ شمال مشرقی پنجاب کا یہ سب سے بڑا عرس ہے۔ عرس پھر بڑھتا رہا، بڑھتا رہا اور جلد ہی وہ وقت بھی آ گیا کہ گورنمنٹ نے ۲ اکتوبر کے دن کو مقامی تعطیلات میں شامل کر لیا اور الحمدللہ سال بہ سال اضافے کی یہ صورت حال

جاری رہی۔ دیہاتی فضا میں جہاں نقل وحمل کی وہ آسانیاں نہیں، جو شہروں میں ہوتی ہیں، پھر مخلوق خدا کا یوں جوق در جوق کیف وسرور میں ڈوب کر آنا جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ واقعی اس لاثانی سرزمین میں لاثانی کشش ہے شہنشاہ لاثانی کا یہ عرس ہی لاثانی نہیں، فیض بھی لاثانی ہے۔ یہاں حضور نقش لاثانی اور حضور نقشہ نقش لاثانی قدس سرہما کے دور میں خصوصی اہتمام تھا کہ شریعت مقدسہ کے تقاضوں کو زیادہ سے زیادہ ملحوظ رکھا جائے اور کوئی کام کتاب وسنت کی تعلیمات کے منافی نہ ہو۔

ایک مفتی صاحب جو ایک عظیم آستانے سے منسوب ہیں اور فی الواقع ایک پیر کامل کے مرید صادق ہیں۔ پہلی بار ۱۹۸۶ء میں یہاں آئے تو حاضرین کی تعداد ہی ان کے وہم وگمان سے بہت زیادہ تھی (کیونکہ جن بڑے بڑے آستانوں سے وہ شناسا تھے، کہیں بھی یہ رنگ نہیں تھا) پھر انھوں نے کھلے بندوں اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا کہ دین کی تذکیر وتبلیغ جس حد تک عرس لاثانی میں ہوتی ہے، میں نے کہیں بھی نہیں دیکھی۔

وہ لوگ جنھیں اولیاء اللہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی قوت پر یقین ہوتا ہے، از راہ مہربانی لقب 'لاثانی' پر غور کر لیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ خواجۂ خواجگاں غنی الاغنیاء، سخی الاسخیا، ولی الاولیا، حضور باواجی فقیر محمد فاروقی چوراہی قدس سرہ القوی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے روحانی ونسبی وارث کامل تھے، جب ایسی کامل ومکمل ہستی کسی شہباز کی تربیت کر کے اسے 'لاثانی' ہونے کی سند عطا فرما دے، تو اس کے لاثانی ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ اسے تو ہر اعتبار سے لاثانی ہونا چاہئے۔ وہ مرید ہو تو مرید لاثانی' پیر ہو جائے تو پیر لاثانی، اسے بلندئ نگہ، رفعت مقام، فکر وعمل، فقر ودرویشی، مشکلکشائی، حاجت روائی غرض ہر اعتبار سے لاثانی ہی ہونا چاہئے۔ لہٰذا اس کا عرس بھی لاثانی ہونا چاہئے، حاضرین کی تعداد کے اعتبار سے بھی اور دین حق کی اشاعت وتفہیم کے سلسلے میں بھی۔ مگر یہ تو اسی صورت میں ممکن ہے جب صاحب عرس کا فیض بھی لاثانی ہو، گویا (ظاہری وباطنی فیض بھی) جس کی نظر پڑ جائے مائل ہو جائے، جس پر نظر پڑ جائے گھائل ہو جائے

حقیقت یہ ہے کہ دینے والے کی عطا محدود ہی نہیں، یہ رحمۃ للعلمین ﷺ کی آل پاک میں سے ہے۔ ہاں ہاں وہ آل پاک جس نے اپنے رب کی راہ میں کبھی کسی قربانی سے گریز نہیں کیا، مال لٹانے کا وقت آیا، مال بے دریغ لٹا دیا اور کنبہ کٹانے کا وقت آیا تو اس میں پس وپیش سے کام نہیں لیا۔ اسی لاثانی آل پاک کا یہ فرد 'لاثانی' اپنے دور میں اپنے کمالات پہ پردہ ڈال کر اور نفسی نفسی کی اس دنیا میں نفس سے جہاد اکبر کر کے زبدۃ الواصلین اور حجۃ لکاملین بن گیا۔ اس کے جود وسخا کا یہ حال کہ دو دفعہ گھر کا سارا مال اسباب باہر نکال کر رکھ دیا اور فرمایا جسے جو ضرورت ہے، یہاں سے لے جائے۔

اس کے مقام لاثانی اور فیض لاثانی کی ایک جھلک دیکھئے۔ برعظیم پاک وہند میں خانوادۂ نقشبندیہ مجددیہ کا مرکز سرہند شریف ہے۔ کہتے ہیں مدتوں سے سیدنا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اپنی اولاد پاک میں کوئی فرد بھی یہاں مقیم نہیں ہاں' خانقاہ مجددیہ کا انتظام انھیں کے نامزد کردہ افراد چلاتے ہیں۔ جنھیں خلفاء کہتے ہیں۔ قیام پاکستان کے لگ بھگ کا جو دور تھا، اس وقت خلیفہ محمد صادق صاحب رحمتہ اللہ علیہ وہاں منتظم تھے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ بھی ایک خواب کی 'روشنی' میں جب سرہند شریف پہنچے تو یہی صاحب خلیفہ تھے۔ ان کے بارے میں سنا گیا ہے کہ اگر کوئی ان سے نقشبندیہ مجددیہ کے کسی مرد کامل کے بارے میں پوچھتا تو وہ حضور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ کا نام پاک لیتے۔ چنانچہ اپنے برادرِ اصغر جناب میاں امیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کو بھی آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرایا۔ حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے مزار مقدس کے جنوب میں جو چند قبریں ہیں ان میں سے ایک انھیں حضرت امیر محمد علیہ الرحمہ کی بھی ہے۔ (انھیں میں ایک بے نشان سی قبر اس نالائق کے والدِ ماجد منشی محمد مقبول مرحوم کی بھی ہے)

'لاثانی' نام ہی کا اثر دیکھئے، آپ کی مشہور کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی تصویر نہیں بنائی جا سکی۔ سجادہ نشین دوم حضور نقشہ نقش

لا ثانی قدست اسرارھم اس مضمون کو بڑی محبت اور مزے سے بیان فرمایا کرتے تھے کہ شہنشاہ لا ثانی کی تصویر نہیں کھینچی جا سکی حتیٰ کہ جب آپ کا وصال شریف ہو چکا تو اس وقت بھی یہ تصرف قائم رہا۔ تصویر میں چہرہ اقدس کے اور ارد گرد کے پھول تو کھنچ آئے مگر چہرہ اقدس نہ آیا حضور پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہ کو 'لا ثانی' کہنے کی ضرورت بھی تھی کہ آپ کے دور میں آپ کی ہی بستی میں ایک اور بزرگ بھی بالکل اسی اسم شریف کے تھے۔ انھیں علم و فضل کے اعتبار سے محدث علی پوری اور سیاست میں مسلمانوں کی رہنمائی کی بنا پر امیر ملت بھی کہا جاتا ہے۔ ہمنام ہونے کی بنا پر گویا 'امیر ملت' اور 'لا ثانی' کے القاب سے امتیاز پیدا کیا گیا۔ بظاہر اتنا ہی کافی ہے مگر غور کریں تو ایک اور وجہ بھی نظر آتی ہے اور شاید وہی حقیقی ہو۔ اس کی تفصیل یوں ہے۔

موجودہ دور میں جب انگریزوں کی سر پرستی میں 'ملت وہابیہ' نمودار ہوئی تو اس نے اللہ کے سب سے بڑے رسول ﷺ کی عظمت خصوصی کا انکار کر کے انھیں بالکل عام سی انسانی سطح پر لانے کی کوشش کی 'وہابیہ' کے عقائد کا اولین اظہار جس قابل نفرین کتاب سے ہوا، اس کا نام تقویت الایمان ہی تو ہے۔ اس میں بے لگام مصنف نے نبی کے لئے گاؤں کا چودھری' بڑا بھائی یا صرف 'بھائی' جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے حضور پر نور ﷺ کو رسول تک ماننا بھی برداشت نہیں کرتا۔ مثلاً اس کا اسی کتاب میں یہ جملہ کتنا باغیانہ ہے،

'ایک اللہ کو مان اور کسی کو نہ مان'

(یا نبی ﷺ کی) 'بشر کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو'

یا 'جس کا نام محمد یا علی ہے' وہ کسی چیز کا مختار نہیں'

یا 'رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا' وغیرہ وغیرہ

انگریزی 'ہدایات' سے پروان چڑھنے والی اس فضا میں قدرت شاہ لا ثانی کے حوالے سے گویا یہ جواب دے رہی ہے کہ بدبختو! تم تو اس حبیب یکتا، محبوب بے ہمتا علیہ التحیۃ والثناء کو اپنے جیسا بشر ماننے منوانے پر تلے ہوئے ہو اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ صدیوں بعد پیدا ہونے والے افراد جو اس رسول اعظم و افخم ﷺ سے کامل وفاداری میں زندگی بسر کرتے ہیں 'لا ثانی' بن جاتے ہیں۔ اگر تم جیسے شیطان اس ذات ستودہ ﷺ صفات کو جو تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی سردار اور ان میں بھی لا ثانی ہے، لا ثانی کہنے کو تیار نہیں ہو تو دیکھو ان کے وارث، ان کے متبع، ان کے غلام، ان کے نائب کس طرح 'لا ثانی' مانے جاتے ہیں۔ یہی ہے وہ صورت حال جسے قدرت نے اقبال کی زبان سے یوں پیش کیا ہے

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں	یہ جہاں چیز ہے کیا 'لوح و قلم تیرے ہیں

ہاں ہاں اے بدبختو اور بد سرشتو! تمھارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ تم اصل ہر خوبی (ﷺ) کو 'لا ثانی' کہنے سے گریزاں ہو اور قادر مطلق کو یہ اس حد تک منظور ہے کہ ان کی آل اطہر کے ایک فرد کریم کو ایک دو نہیں، سو ہزار نہیں لاکھوں زبانیں لا ثانی کہتی اور لکھتی ہیں۔ ان میں کثیر تعداد ان کی ہے جو اصل اسم شریف کو بھلا کر صرف 'لا ثانی' ہی سے متعارف ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یہ لقب 'لا ثانی' ظاہری و باطنی کمالات میں لا ثانی ہونے کی سند ہی نہیں بلکہ دور حاضر کی ان بیمار روحوں کو چیلنج بھی ہے کہ ظالمو! تم تو اس ذات اقدس کو 'لا ثانی' کہنے سے شرماتے ہو، جس کو لا ثانی ماننا ہی ایمان کی جان ہے، اور اس کا ثانی بننے سے نہیں ہچکچاتے جس کا ثانی ممکن ہی نہیں، ذرا اس کی آل کے ایک فرد کا جو اپنے دور کا لا ثانی ہے اپنی پوری جماعت سے ثانی تو دکھا دو ہاں واقعی ایک بار ایسا چیلنج بھی کیا گیا۔ شیر پنجاب حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ (خطیب اعظم سیالکوٹ) کے والد ماجد کا سالانہ عرس تھا۔ اس کی صدارت سیدی وسندی حضور نقش

لا ثانی (اولین سجادہ نشین دربار شہنشاہ لا ثانی) کو کرنا تھی۔ مولانا نے جمعہ کے اجتماع میں عرس کا اعلان کرتے ہوئے مخصوص لوگوں یعنی منکروں کی طرف رخ پھیرا اور فرمایا 'سنو! تم لوگ تو امام الانبیاء والمرسلین حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کو اپنے جیسا سمجھتے ہو اور اس موقع پر تمھیں کلمہ پڑھنے کی شرم بھی نہیں آتی، میں کہتا ہوں آج رات ہماری مسجد میں جو شخصیت تشریف لا رہی ہے، ذرا اس جیسا ہی اپنی پوری جماعت میں سے دکھا دو)

میں ان خوش نصیب لوگوں میں سے نہیں ہوں جن کو وقت کے غوث الاغیاث، قطب الاقطاب' سید الاسیاد' سند الاسناد فرد الافراد' واہب المراد حضور شہنشاہ لا ثانی قدس سرہ النورانی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ ہاں میرے لئے یہ چیز بھی از حد فرحت بخش ہے کہ حضور شاہ لا ثانی قدس سرہ نے 'محمد حسین' نام رکھ کر اس بندہ ناچیز کو نوازا۔ (جیسا کہ گذشتہ شمارے میں بھی مذکور رہا) روایت کے مطابق میری ولادت پر میرے والد ماجد نے موضع (بکنور تحصیل پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور) سے دربار لا ثانی میں حاضر ہو کر میرا نام پوچھا تو شہنشاہ نے فرمایا محمد حسین، محمد حسن۔ عام انسانی عقل کے مطابق تو اس کا مطلب یہ تھا کہ دونوں میں سے کوئی نام رکھ دو مگر تجربہ کار حاضر باش غلاموں کو معلوم تھا کہ اس سے مراد یہ تھی کہ ایک اور بیٹا بھی ہوگا۔ اس کا نام محمد حسین اور دوسرے کا نام محمد حسن رکھنا۔ یہ میرے آقا کا دائمی دستور تھا۔ مثلاً کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا، وہ نام پوچھنے گیا، بعد میں اگر تین یا چار پیدا ہونے والے ہوتے تو حضور شہنشاہ لا ثانی قدس سرہ ان سب کے نام پہلی بار ہی بیان فرما دیا کرتے تھے۔ مزاج شناس حضرات حضور شہنشاہ لا ثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد فرمودہ ناموں کی گنتی سے آئندہ ہونے والے بچوں کی تعداد سے آگاہ ہو جاتے تھے۔

موقع کی مناسبت سے عرض ہے کہ نجدی و وہابی جن علوم کا حضور پر نور ﷺ کے لئے بھی انکار کرتے ہیں ان میں مافی الارحام (یعنی رحموں کے اندر کی چیز) کا علم بھی ہے۔ اور ہم یہاں کسی صحابی، تابعی اور کسی امام و مجتہد کی نہیں، حضور شہنشاہ بغداد رضی اللہ عنہ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی بھی نہیں، بلکہ ایک ایسے مرد درویش کی کر رہے ہیں جو ان سب سے صدیوں بعد دنیا میں جلوہ فرما ہوا، لا ثانی کہلوایا اور حال اس کے علم کا یہ ہے کہ مافی الاحارم کے اسرار بے تکلف کھولتے چلا جاتا ہے، یعنی جفر و رمل سے مدد نہیں لیتا، مراقبہ نہیں کرتا، توقف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور بظاہر کوئی دعا بھی زبان پر نہیں آتی مگر جس طرح حال کی بات کرتا ہے، اسی طرح غیب کی بات کرتا ہے، دوسرے لفظوں میں عالم شہادت اس سے اوجھل ہے نہ عالم غیب۔ اگر تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں آنے والا مرد کامل غیب بینی اور غیب دانی میں ایسا کامل ہے تو پہلے بزرگوں کا اور پھر بالخصوص حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کا کیا حال ہوگا اور کون ہے آسمان و زمین میں جو ان کے مشاہدے کی وسعتوں کا اندازہ کر سکے، جن کا اصل مقصد بعثت ہی عالم غیب سے انسانوں کو متعارف کرانا ہے اور جن کو اللہ نے خود 'شاہد' فرمایا ہے یعنی مشاہدہ فرمانے والا' جس طرح حضور پر نور ﷺ سب کے رسول ہیں اور عرش و فرش کوئی شے بھی حضور ﷺ کی رسالت سے باہر نہیں، یونہی مشاہدے سے بھی باہر نہیں ہے۔ سچ فرمایا اعلیحضرت نے

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

اب اس رخ پر بھی سوچئے کہ جن لوگوں نے محبوبان خدا کے علم غیب کی تجلیاں کھلی آنکھوں سے دن کے اجالے میں یوں دیکھی ہوں، کیا انھیں کوئی منہ پھٹ، بے ادب و بد زبان اپنے زور بیان سے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے علم سے بغاوت پر مائل کر سکتا ہے۔ نہیں، ہر گز نہیں۔ آنکھوں سے دیکھ لینا اور ہے اور بغیر دیکھے ادھر ادھر کی ہانکنا اور۔ لیس الخبر کالمعاینۃ (یعنی 'شنیدہ کے بود مانند دیدہ')

اسی طرح دور حاضر کے کسی بھی اختلافی مسئلے کو لے لیجئے، مثلاً یہ کہ 'یا رسول اللہ' پکارنے والے کی آواز کو حضور پر نور ﷺ خود سنتے ہیں یا نہیں۔ ظاہر ہے علماء اپنے اپنے موقف کو دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ مگر وہ شخص جس نے کسی بھی مشکل میں اپنے شیخ کو ہزارہا میل کے فاصلے سے آواز دی اور شیخ نے فوراً اس کا جواب دیا اور مشکل حل کر دی، حضور پر نور ﷺ کے سننے اور مدد کرنے سے کیونکر انکار کر سکتا

ہے۔انگریزوں کی منحوس آمد سے پہلے کسی کو ان عقائد سے انکار نہیں تھا اور اولیائے کاملین کے ماننے والوں کو مشائخ و کاملین کے ان تصرفات پر ایسا ہی یقین تھا، جس طرح اپنی ذات پر، سینکڑوں کتابیں موجود تھیں جن میں اس قسم کے واقعات درج تھے۔ پھر وصال شریف کے بعد ان کے مزارات پر حاضر ہونے سے بھی مشکلات کا حل ہونا ان کے یقین و ایمان کو اور پختہ کر دیتا تھا۔ گویا اہل ایمان کی قوت ایمان کا باعث مزارات بھی تھے۔ انگریزوں نے شیطانی آنکھ سے ان پر نظر دوڑائی اور ایمان قبول کرنے کے بجائے اپنا اقتدار طویل کرنے کے لئے انھیں ایک تو یہ سمجھ آئی کہ حضور پر نور ﷺ سے آپ کی امت کا ناتا توڑنے کی کوشش کی جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ آپ کے کمالات و تصرفات کے خلاف دن رات پراپیگنڈا کیا جائے اور دوسرے یہ کہ اولیائے عظام اور ان کے مزارات سے امت مسلمہ کو دور کر دیا جائے۔ یہ کام آسان نہیں تھا خصوصاً جب کہ اہل کمال بظاہر بھی زندہ موجود تھے اور مزارات سے فیضان کی برسات ختم ہونے والی ہی نہیں۔ بہر حال انگریزوں کی شہ پر وہابیہ نے پورا زور لگایا اور صدیوں کی مساعی کے نتیجے میں انھیں کچھ نہ کچھ کامیابی بھی ضرور ہوئی ہے، یہ الگ بات ہے، یہی کامیابی آخرت کے نقطۂ نظر سے ان کی بدترین ناکامی بھی ہے۔ خیر انگریزوں نے کیا سوچا' وہابیوں نے کیا کیا نیز تاریخ اور قوم پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے، یہ ایک الگ خونفشاں داستان ہے۔ بات ہو رہی تھی حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے کمالات و تصرفات کی اور اس ضمن میں یہ نکتہ بھی آ گیا کہ اللہ والوں کے ان کمالات و تصرفات کو دیکھ کر کس کو جرات ہو سکتی ہے حضور پر نور ﷺ کے کمالات و تصرفات کے انکار کی۔ (ہاں یہ الگ بات ہے کہ علمائے نجد و دیو بند کے ہاں یہ صورت حال نہیں ہے، وہ اپنے گروہ کے پیروں اور ملاؤں کے کمالات و تصرفات کو یونہی بیان کرتے ہیں جیسے ہم بیان کرتے ہیں مگر حضور سید عالم و عالمیاں ﷺ کے کمالات و تصرفات سے انکار کرتے ہیں اور اسی کو وہ توحید کا تقاضا سمجھتے ہیں۔ کتنی اندھی اور اوندھی توحید ہے نجد و دیو بند کے فرزندوں کی'' جو ذات پاک اصل کمال، جان کمال اور انتہائے کمال ہے' اس میں کمال ماننا شرک اور اپنے پیروں اور مولویوں کے کمالات کا ماننا توحید۔ سچ فرمایا تھا

ایسی توحید تو شیطان بنا دیتی ہے ۔۔۔ دیکھ سرکار ﷺ کا انکار نہ ہونے پائے

بات ہو رہی تھی حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کی جو اب مزار لاثانی میں جلوہ گر ہیں۔ یقیناً اپنے دور کے مزارات میں یہ مزار بھی لاثانی ہے۔ دور دور سے سائل آتے ہیں اور مرادوں سے دامن بھر کر لوٹتے ہیں۔ روتے آتے ہیں ہنستے جاتے ہیں۔ یہ یقیناً امن و سکون کی تلاش کرنے والوں کے لئے گویا منزل مقصود ہے۔ میں نے ایک دفعہ عرض کیا تھا

روضے کے ترے پر نور ستوں، دیتے ہیں پیام امن و سکوں!
گویا ہر ایک سے پوچھتے ہوں 'کیوں جی! کیا صدمہ پہنچا ہے' ؟

جب یہاں مدینہ منورہ سے کئی ہزار کوس دور علی پور سیداں شریف کی سر زمین میں ایک مزار پر انوار کے آس پاس امن و سکون کے چشمے پھوٹ رہے ہیں تو خود مدینہ منورہ میں رحمت خداوندی کی موسلا دھار بارش کا کون اندازہ کر سکتا ہے جہاں رحمۃ للعلمین ﷺ جیسا رؤف و رحیم آقا و مولا اپنی رحمتوں، رافتوں، برکتوں، دولتوں، جودتوں، سخاوتوں، عنایتوں، سعادتوں اور کرامتوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ: یہ تھے عرس لاثانی کے پہلے منسوب الیہ بزرگ، یعنی حضور شہنشاہ لاثانی اب آیئے دوسرے منسوب الیہ بزرگ کی طرف اور وہ ہیں حضور شہنشاہ لاثانی کے نبیرۂ مقدس حضور شہنشاہ ولایت سرکار نقش لاثانی قدس سرہ۔ بات یہ ہے حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے تین صاحبزادے تھے (علیہم الرحمہ) یہ تینوں حضرات منزل شباب سے آگے نہ بڑھ سکے بلکہ اپنے عظیم و لاثانی والد ماجد کے وصال شریف سے پہلے ہی جوانی میں واصل بحق ہو گئے،

اناللہ وانا الیہ راجعون ورحمتہ اللہ علیھم۔ حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے وصال شریف کے دنوں میں ان تینوں صاحبزادگان کے مجموعی طور پر سات صاحبزادے موجود تھے۔ ہمارے آقا و مولا حضور نقش لاثانی قدس سرہ شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے فرزند اوسط کے فرزند اوسط تھے۔ چونکہ آپ نے اپنے جد امجد شہنشاہ لاثانی کی لاثانی خدمت سرانجام دی تھی، اسی لئے خدمت کے عنوان سے آپ کو اس عظیم آستانے کا محافظ و پاسبان بنا کر سجادہ نشین مقرر کیا گیا۔ یوں تو دو اور صاحبزادوں کے سر پر بھی دستار رکھ دی گئی تھی مگر حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کی توجہ نے ایک عالم کو اپنے اصلی وارث اور جانشین کی پہچان پہلے ہی کرا دی تھی۔ اس سے بڑی بات کیا ہوگی کہ آخری دنوں میں ہر مست شدکو حضور خود ان کے حوالے کرتے تھے اور فرماتے تھے 'ان سے بیعت مجھ سے بیعت ہے'۔ یوں تو اپنے جد امجد اور پیر ومرشد قدس سرہ کی خدمت میں یوں چاق و چوبند رہنا کسی سے مخفی نہیں تھا مگر اس میں پرلطف بات یہ ہے کہ خود حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ بھی کبھی کبھی اس کا اظہار فرما دیا کرتے تھے مثلاً آپ کو دیکھتے کبھی یہ مصرع پڑھتے

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ترجمہ: جس نے بھی خدمت کی، وہ (دوسروں کا) مخدوم ہو گیا۔

دن رات خدمت اقدس میں خادمانہ رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جلد ہی قرب تمام اور وصل دوام میسر آ گیا۔ گویا 'فنافی الشیخ' کی منزل ہاتھ آ گئی اور وہی صورت پیدا ہوگئی جس کا نقشہ ایک بزرگ نے یوں کھینچا ہے

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی　　　　تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری!

شاید زیادہ مشکل منزل یہی ہوتی ہے، یہ طے ہو جائے تو کہتے ہیں فنافی الرسول، فنافی اللہ اور بقاباللہ (جن کا ہمیں شعور تک نہیں) میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔

یہ اور اس قسم کی بہت سی باتیں باطنی مقامات سے تعلق رکھتی ہیں اور انھیں باطن والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہم بیچارے کورے کے کورے ان 'اندر' کی باتوں کو کیا جانیں۔ تاہم ظاہر کی بھی ایک اہمیت ہے۔

بزرگان دین کے ہاں یہ قول از حد مشہور و معروف ہے

الا ستقا مة فوق الکر امة

یعنی استقامت کا درجہ کرامت سے بھی بڑھ کر ہے

ان کے ہاں شریعت کی ظاہری پابندی بھی ایک بڑا پیمانہ ہے۔ پیری کا دعویٰ کرنے والا پرندوں کی طرح ہوا میں اڑے یا مرغابیوں کی مانند پانی میں تیرے، اگر محبوب خدا سرور دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کی سنت شریفہ کا پابند نہیں، تو اس کے ایسے کرشموں کی کوئی حیثیت نہیں۔

میری ظاہر بین نگاہوں کو الحمدللہ سالہا سال خدمت اقدس میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ میٹرک کا امتحان دینے کے بعد (۱۹۵۶ء میں) میں یتیم ہو گیا تھا تو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی یتیم پروری اور گدا نوازی اس عاجز کے سر پر سایہ فگن رہی اور کسی مرحلے میں بھی میری ہزار ہا خطاؤں کے باوجود ان کی چادر عفو و کرم کا سایہ میرے سر سے جدا نہ ہوا آخری سالوں میں تو شاید ہی کوئی سفر ایسا ہو جس میں یہ سگِ در اپنے آقا کی خدمت میں نہ ہو۔ مگر خلوت و جلوت میں ہمیشہ انھیں شرع مطہر کا احترام کرتے ہی پایا۔ ظاہر ہے نقش لاثانی اگر استقامت میں اپنے دور کا لاثانی ہے، تو کرامت میں بھی ہونا ہی چاہئے تھا۔ چنانچہ دیکھنے والوں نے دیکھا جیسے کرامتوں کی بارش ہو رہی ہو اور ایک ہی وقت میں ایک نہیں دو دو چار چار کرامتوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں اس عاجز نے باقاعدہ آپ کی برکات و کرامات پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس کے آج تک کئی ایڈیشن نکل چکے

ہیں۔ کتاب کا نام ہے

’سیرت حضور نقش لاثانی (برکات وکرامات)‘

اس وقت تک کا آخری ایڈیشن بھی ختم ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ ضروری ترمیمات کے ساتھ اگلا ایڈیشن جلد ہی منظر عام پر آنے والا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ کتاب چھپ کر آ گئی تو محسوس ہوا جیسے بہت سی ایسی کرامات بھی جو خود میری آپ بیتی سے منسلک ہیں، رہ گئی ہیں۔
بیمار کی بیماری دور کرنا بے اولاد کے ہاں اولاد کا ہونا، مقدمے میں فتح، وغیرہ وغیرہ عموماً انھیں کو کرامات کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں ان کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی، یہ تو گویا روزمرہ کا معمول تھا۔ کبھی کبھی آپ کسی ایسے کام پر کسی کمزور سے آدمی کو متعین کر دیتے جس سے ’ظاہر کا‘ بڑا بھی جواب دے تو وہ بڑا کام بھی بظاہر کمزور سا آدمی کرا لیتا تھا۔ مثلاً سابق وفاقی وزیر چودھری انور عزیز صاحب نے کسی کام کو اپنے بس سے باہر جانا تو موضع اوڈرہ تحصیل شکرگڑھ کا رہنے والا درویش صوفی محمد رفیق اسی وقت کہہ اٹھتا ہے ’کہ یہ کام تو میں بھی کرا سکتا ہوں‘ اور وہ کرا سکے تو کتنے تعجب کی بات ہے۔ مگر یہاں تو ایسا ہوتا ہی رہا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی سادہ سے درویش کا ایسے موقعے پر ایسی بات کہنا بھی شاید ان کے تصرف سے ہوتا تھا کیونکہ یہ بات میرے جیسے بہت سے دوستوں نے دیکھی کہ میرے منہ کی زبان میری ترجمانی نہیں کر رہی اور میری بات پیش نہیں کر رہی بلکہ جو حضور نقش لاثانی اس سے اگلوانا چاہتے ہیں، اس سے وہی بات ادا ہوگی۔ مثلاً کوئی دربار شریف سے جانا چاہتا اور حضور نقش لاثانی قدس سرہ اسے رکھنا چاہتے تو پوچھتے ’رہنا ہے یا جانا‘ تو اس کی زبان پر ’رہنا ہے‘ ہی آتا وغیرہ وغیرہ۔ کسی نعت خوان کا گلا ساتھ نہیں دے رہا، آپ اسے نعت پڑھنے کا حکم دیتے تو فوراً گلا ٹھیک ہو جاتا، تقریر و تحریر میں آپ کی توجہ کی برکات مخفی نہیں رہتی تھیں۔
آپ شکرگڑھ آ کر دیکھ لیں۔ اذان کے وقت پورا شہر درود و سلام کی دلنواز صداؤں سے گونج رہا ہوتا ہے۔ مگر میں جب ۱۹۶۱ء میں یہاں اشاعت اسلام ہائی سکول میں ملازمت کے سلسلے میں آیا تو صورت حال بالکل مختلف تھی۔ یہاں کی مساجد اکثر و بیشتر سنی حضرات کی تھیں مگر ان پر قبضہ ’قبضہ گروپ‘ کا تھا۔ سارے شہر میں گھوم پھر کر ایک مسجد ایسی نہیں ملتی تھی جس کا امام صحیح العقیدہ سنی ہو۔ بڑی پریشانی تھی۔ ایک دفعہ آپ موضع فتو چک میں تھے۔ میں نے (شکرگڑھ کا) یہی رونا رویا تو فرمایا ’کام شروع کر دے‘ میں نے جو کہا ’اللہ تیرے ساتھ ہے، اللہ کا رسول ﷺ تیرے ساتھ ہے، اللہ کے ولی تیرے ساتھ ہیں اور میں تیرے ساتھ ہوں، یہ فرمانا تھا کہ دل کو سکون مل گیا اور صبح شکرگڑھ آ کر دیکھا تو صبح انقلاب طلوع ہو چکی تھی۔
چند ہفتوں میں حضرت مولانا ابو محمد محمد عبدالرشید قادری رضوی علیہ الرحمۃ بھی تشریف لے آئے اور پھر وہ کچھ ہو کے رہا جو زبان مبارک سے نکلا تھا۔
فطرت کے اعتبار سے میں سخت ڈرپوک ہوں مگر حیرت ہے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی برکت سے اکثر بڑے بڑے معرکوں میں ایسی فتح حاصل ہوئی کہ میرے سان گمان میں بھی نہیں تھی۔

محفل میلاد: آیئے کتاب مستطاب ’سیرت حضور نقش لاثانی (برکات وکرامات)‘ کے الفاظ میں اس کا مطالعہ کریں۔

جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ کی مسجد میں محفل میلاد کا انعقاد ہوتا تھا، کبھی مہینے میں، کبھی دو چار مہینوں میں ایک بار۔ ۱۹۸۴ء میں کالج یونین کے انتخابات میں ایسے نوجوان کامیاب کرائے گئے جنہیں میلاد کی محفل پسند نہیں تھی۔ پرنسپل صاحب نے ایک طالب علم کی زبانی درخواست پر منظوری دے دی مگر بعد میں یونین کے زیر اثر مکر گئے اور درخواست گزار سے صاف صاف کہہ دیا کہ پہلے یونین والوں کو منا لو پھر محفل میلاد ہوگی مگر وہ ماننے والے تھے ہی نہیں۔ پرنسپل صاحب نے پہلے جو وعدہ فرمایا تھا اس کے مطابق غالباً ہفتے کے دن یہ محفل ہوتی۔ وہ دن آیا تو صبح اسمبلی میں ایک بہت بڑے عالم دیوبند کی اقتدا میں جناح پارک میں بارش کے لئے نماز

استقاپڑھنے کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ اساتذہ اور طلبہ میں وہ سب لوگ جو ذکر نبی ﷺ روکنا چاہتے تھے مسرور مطمئن تھے اور میں سخت پریشان (حالانکہ محفل میلاد کا مطالبہ نہ میں نے کیا تھا اور نہ مجھ سے پوچھ کر کیا گیا تھا۔ پریشانی صرف یہ تھی کہ میرے گردو پیش ذکر نبی ﷺ روکنے کی سازش کامیاب ہو جائے تو اپنا جینا فضول)

ان دنوں میں ہر روز دربار شریف حاضر ہوتا تھا۔ اتفاق سے عزیز محترم غلام سرور گھمن پرنسپل لاثانی آئیڈیل سکول شکر گڑھ بھی اپنے سکوٹر پر کالج آ گئے۔ میں انہی کے ساتھ از حد دل گرفتہ حالت میں حضور قبلہ عالم نقش لاثانی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ رات تو کچھ عرض نہ کیا البتہ صبح تہجد کے وقت حسب معمول حاضر ہوا۔ تو حضور نفل پڑھ کر اپنی مبارک چارپائی پر جلوہ فرما تھے۔ چند خدام بھی حجرہ مقدسہ میں موجود تھے۔ میں نے داخل ہوتے ہی آپ کا ایک نعل (جوتا) شریف اپنے سر پر رکھ لیا حضور نے فرمایا ''ہیں' ہیں یہ کیا؟'' میں نے عرض کیا یہ میرے لئے تاج ہے اور یہاں کے کتوں کا ادب کروں یہ میری سعادت ہے مگر جس ماحول میں آپ نے مجھے رکھا ہے وہاں محفل میلاد شریف روک دی جائے یہ میرے لئے موت سے بدتر ہے۔ اس لئے آج یا تو محفل میلاد کے انعقاد کے لئے دعا کریں یا میری موت کی۔ حضور نے فرمایا ''محفل میلاد کراؤ دیکھیں کون روکتا ہے؟'' پھر عرض کیا۔ میں نے دوسرے مخصوص اساتذہ کی طرح کبھی کالج کے معاملات میں بھی دخل نہیں لیا اور طلبہ سے بھی عموماً رابطہ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی کم از کم حضور اکرم ﷺ کے ذکر پر تو پابندی نہ ہو۔ کالج آیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے خوف و ہراس یہاں سے ختم ہو گیا ہے اور درو دیوار مجھ سے مسکرار ہے ہیں۔ کلاس کے دوران میں نے طلبہ سے پوچھا ''کیا تمہیں میں نے کسی کو ووٹ دینے کے لئے کہا؟'' بولے ''نہیں'' پوچھا ''کیا اگر میں دخل لیتا تو کم از کم اسی فیصد ووٹ میرے کہنے پر نہ ڈالے جاتے'' بولے ''ضرور'' پھر کہا ''اب پانی سر سے گزر گیا ہے لوگوں نے محفل میلاد روکنے کی کوشش کی مجھے جہاں سے منظوری لینی تھی' لے آیا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟'''' بولے ہو گی اور ضرور ہو گی'' دوسری کلاس میں گیا تو وہاں بھی یہی سوال و جواب ہوئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کچھ اساتذہ تو ان نوجوانوں کے گائڈ تھے۔ اکثر اساتذہ محتاط و پریشان حتیٰ کہ پرنسپل صاحب بے اختیار ہو کے رہ گئے تھے ان کے دفتر میں بعض بعض کو پیٹتے مگر پوچھنے والا بلکہ چھڑانے والا کوئی نہ تھا۔ اس حال میں عام طلبہ کا جو حال ہو سکتا ہے خود اندازہ کیجئے۔ آج طلبہ نے یوں للکار کر میری تائید کی تو گویا نگاہ مرد مومن سے تقدیریں بدل گئی تھیں۔

طلبہ سے فارغ ہو کر میں پروفیسر غلام عباس قریشی شہید سے ملا یہ صاحب یوں لگتا تھا جیسے مٹی کے نہیں ایمان کے بنے ہوئے تھے۔ فرمایا کرتے تھے'' دعا حضرت سے کرا آیا کرو' پھر مجھے کام بتا دیا کرو۔ یہ نہ سوچا کرو کہ کیسے ہو گا'' میں نے ان سے ساری روداد بیان کی۔ سنتے ہی گرم ہو گئے۔ پرنسپل صاحب کو کلاس کی کاروائی معلوم ہو چکی تھی' انہوں نے میری بجائے قریشی صاحب کو بلا کر میری شکایت کی۔ قریشی صاحب اپنے عاشقانہ و مجاہدانہ انداز میں ان کے پیچھے پڑ گئے۔ آخر ایک گھنٹے کے سرد و گرم (ایک طرف سے سرد دوسری طرف سے گرم) مذاکرے کے بعد پرنسپل صاحب نے دوبارہ محفل میلاد منعقد کرنے کا وعدہ کر لیا۔ ہاں وقت ٹالنے کے لئے یہ بہانہ کیا کہ محفل میلاد نہایت شان و شوکت سے منائی جائے گی، اس کے لئے دعوت نامے شائع کئے جائیں گے اور معززین بلائے جائیں گے' ایک دو بار تاریخ کا تعین کر کے پھر ملتوی کر دیتے۔ آخر ایک دن حضور فرمانے لگے'' اس جمعرات کو محفل کرا لینا''۔ میں نے کالج میں اعلان کر دیا اور قریشی صاحب سے عرض کر دیا کہ حضور نے یہ دن مقرر فرمایا ہے۔ طلبہ کو بھی بتا دیا کہ اسے ملتوی نہیں کیا جائے گا (انشاء اللہ) اگلے روز دربار

شریف صاحبزادہ سعید الرشید عباسی سلام کرنے آئے تو انہیں بھی محفل میلاد میں خطاب کی دعوت دے دی۔

مقررہ تاریخ آئی تو میں نے اپنے بھانجے محمد عطاء الحق اور عزیز القدر محمد نسیم قمر کو صبح کالج لگتے ہی مسجد میں بھیج دیا کہ صفیں درست کریں اور لاؤڈ سپیکر کو ٹیسٹ اور سیٹ کریں۔ موسم ابر آلود تھا اور دن بھی جمعرات کا' جب کالج میں حاضری اکثر کم ہوتی ہے مگر آج طلبہ کالج کے لئے نہیں بلکہ ذکر حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نزدیک و دور سے آئے تھے۔ تلاوت و نعت کے ساتھ آغاز ہوا اور جید علماء نے جی کھول کر فضائل سرکار مدینہ ﷺ بیان کئے۔ عباسی صاحب کی تقریر جان تقریب تھی۔ میں نے اسی روز دربار شریف سے آتے ہوئے بس میں چند شعر موقع کی مناسبت سے موزوں کئے تھے جو محفل میں سنائے گئے۔ آیئے' آپ بھی ان سے لطف اندوز ہوں (ان سے حالات کا اندازہ کرنے میں مزید مدد ملے گی) حافظے میں جو اشعار محفوظ ہیں درج ذیل ہیں۔

جگمگ جگمگ ساری محفل ذکر نبی ﷺ کی برکت سے!! | آؤ اپنے دامن بھر لو عشق نبی ﷺ کی دولت سے !
بے ان کے ہم کچھ بھی نہیں تھے، بے ان کے ہم کچھ بھی نہیں | سب کچھ پاس ہے، سب کچھ ہیں ہم ایک نبی ﷺ کی نسبت سے
عشق نبی ﷺ والوں سے پوچھو ، تخت سے تختہ بہتر ہے | کوئی بڑا اعزاز نہیں ہے اس اعزاز شہادت سے !!
عشق نبی ﷺ نے کیا کیا قوت بخشی ہم کمزوروں کو ! | بزم جہاں میں لوگ ہمارا منہ تکتے ہیں حیرت سے
وقت کے فرعونوں سے کہہ دو جو جی چاہے کر گزرو! | ہم نہ ڈرے ہیں ہم نہ ڈریں گے طوفانوں کی شدت سے
آسی ! ہم نذر جاں لے کر سوئے مدینہ چلتے ہیں | شاہ لاثانی کا صدقہ کریں قبول وہ رحمت ﷺ ؟ سے!!!

آپ پیچھے دیکھ آئے ہیں' جس روز پہلے محفل میلاد کا انعقاد ہونا تھا' اسی روز جناح پارک میں نماز استسقاء پڑھی گئی اور یہ سلسلہ چھ دن جاری رہا۔ اس کا اثر ظاہراً یہ تھا کہ بادل صبح سویرے رونما ہوتے تھے، نماز کے بعد وہ بھی اڑ جاتے تھے۔ نیز اس پس منظر میں کہ ڈیڑھ دو مہینے سے بارش کا انتظار تھا، محفل میلاد شریف کے ایک مقرر نے نجانے کس جوش میں کہہ دیا۔

اگر ہمارا نبی کریم ﷺ سے غلامانہ ربط ہے

''تو آج بارش ضرور ہوگی''

تقریب بخیر و عافیت صلوٰۃ و سلام اور تقسیم تبرک پر ختم ہوئی، بعد میں سنا کہ روکنے والے بڑے پیچ و تاب کھاتے رہے، کوئی آگے بڑھتا، کوئی اسے تھامتا مگر مسجد ان سے ''پاک'' رہی۔ سنا ہے پرنسپل صاحب کو بھی دفتر میں دھمکایا گیا مگر انہوں نے بھی صاف صاف جواب دیا ''میں کوئی کافر نہیں کہ حضور ﷺ کا ذکر روکنے کی کوشش کروں، آپ روک سکتے ہیں تو روک لیں''۔

معمول کے مطابق دربار شریف حاضر ہوا تو راستے میں بارش ہو رہی تھی اور یہاں آ کر معلوم ہوا کہ حضور نے سب درویش اکٹھے کئے۔ انھیں خوب انعامات سے نوازا اور فرمایا بارش کیلئے ''دعا کرو'' آج بارش ہونی چاہئے۔

چند روز بعد ''مانعین'' نے سیرت کانفرنس منعقد کرنے کا پروگرام بنالیا گویا یہ ان کی طرف سے جوابی کاروائی تھی۔ مگر تاریخ مقررہ سے دو دن قبل سارے پاکستان میں کالج یونینز پر پابندی لگ گئی۔ مقررہ دن آیا تو کالج ہال پر تالا تھا اور وہ سیرت کانفرنس کی بجائے ضیاء الحق کو گالیاں دے رہے تھے۔

تھوڑے عرصے بعد کالج میں ایک دوسرا انقلاب بھی آ گیا ذکر نبی ﷺ روکنے والوں کا زور ٹوٹ گیا اور ذکر نبی ﷺ کرانے والوں کا غلبہ ہو گیا۔ سچ عرض کیا اعلیٰ حضرت مجدد ملت فاضل بریلوی قدس سرہٗ القوی نے

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے ، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا!!!!!

وہ ہولناک حالات جن کا نہایت نا تمام نقشہ میں نے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان کو مکمل طور پر بدلنا، عقل عقدہ کشا کے بس کا کام نہیں تھا یقیناً ''اللہ نے بدلا'' کہ وہی قادر مطلق ہے مگر میری' آپ کی دعا سے نہیں، قطب عصر، غوث زماں، قیوم دوراں حضور نقش لا ثانی قدس سرہ النورانی کی دعا سے اور ایسا انقلاب خود ان کے قطب و غوث و قیوم ہونے کی دلیل ہے۔ ایک ادارے میں شرارت ہو اور پورے ملک میں بین لگ جائے ہرگز معمولی بات نہیں۔

چھوٹی موٹی رکاوٹیں اس سے پہلے بھی آتی رہیں اور وہ بھی حضور نقش لا ثانی کی توجہ سے دور ہوتی رہیں البتہ یہ صورت حال نا قابل بیان حد تک تند و تلخ تھی (اس لئے صرف اسی کا ذکر کیا) محفل میں جو خطابات ہوئے اور جو میں نے نعت تازہ سنائی، یوں محسوس ہوتا تھا ہر کہیں حضور کی دعا کا فیض شامل ہے۔

۲۷ جولائی ۱۹۸۷ء کو آپ کا وصال شریف ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ اولا دِ نرینہ حضور نقش لا ثانی قدس سرہ کے دو صاحبزادگان بلند شان تھے۔

ا۔ عارف حقانی عالم ربانی اعلیحضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب نقشہ نقش لا ثانی (المعروف بہ لالہ جی سرکار) قدس سرہ

۲۔ پیکر زہد و تقویٰ عاشق خدا اور رسول ﷺ اعلیحضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب (المعروف بہ کاکا جی سرکار) دامت برکاتہم العالیہ

یکم، ۲۔ اکتوبر کے سالانہ عرس مقدس کے تیسرے منسوب الیہ بزرگ حضور نقشہ نقش لا ثانی پیر سید عابد حسین شاہ صاحب قدس سرہ ہیں۔ آپ درس نظامی سے باقاعدہ فارغ التحصیل عالم دین تھے۔ بھکھی شریف، جامعہ نظامیہ لاہور جیسے مدارس اہل سنت میں علمی پیاس بجھانے کے بعد آپ نے دورۂ تفسیر کے لئے شیخ القرآن حضرت پیر مولانا عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمہ کے سامنے اور دورۂ حدیث کے لئے جامعہ رضویہ فیصل آباد میں محدث کبیر حضرت مولانا غلام رسول رضوی کے حضور زانوئے تلمذ تہ کئے۔ پھر کئی سال تک چک نمبر ۱۹۲ میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

بظاہر دربار شریف سے دور تھے مگر فرمایا کرتے تھے اس چک میں ہر رات حضور نقش لا ثانی قدس سرہ کی باقاعدہ زیارت ہوتی اور دن بھر کے کئے ہوئے کاموں پر اپنا فیصلہ صادر فرماتے، اگر کام اچھا ہوتا تو شادمانی کا اظہار فرماتے ورنہ خفگی کا۔ اپنے عظیم والد ماجد قدس سرہ کے وصال شریف سے چند سال قبل دربار شریف میں تشریف لائے مگر یوں ادب و سادگی سے زندگی بسر کی جیسے کوئی عام سا درویش۔ پیری و مریدی کے بارے میں شکوک وشبہات رکھنے والے اس دور میں آپ کی زیارت کر لیتے تو بغیر کسی بحث و تمحیص کے وابستۂ دامن ہو جاتے۔ اس انتہائی سادگی کے باوجود دین کی غیرت سے معمور تھے اور کوئی شخص خلاف شرع حرکت کرتا تو جلال میں آ جاتے۔ اللہ اور اس کے رسول اعظم و افخم ﷺ کی محبت میں ایسا زار و قطار رونے والا میں نے کم ہی دیکھا ہے۔ دعا کے وقت اس بیقراری سے روتے تھے کہ لگتا تھا جیسے در و دیوار بھی رو رہے ہوں۔ آخری دور میں کئی مہینے صاحب فراش رہے۔ اگر کوئی شخص صحت کی دعا کر بیٹھتا تو ناراض ہو کر فرماتے' کیا مرنا نہیں ہے' کیا دنیا سے جانا نہیں ہے۔ میں نے بخاری شریف میں ایک حدیث پاک دیکھی ہے۔

من احب لقاء الله' احب الله لقاء ہ

ترجمہ: جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے' اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے

دور حاضر میں اللہ کی ملاقات کو پسند کرنے والے کی بہترین مثال حضور نقشہ نقش لا ثانی قدس سرہ تھے، اور ظاہر ہے آپ اس کی جزا سے بھی نوازے گئے۔ رہ گئیں آپ کی کرامات تو وہ انشاء اللہ کسی آئندہ صحبت میں بیان کی جائیں گی۔

فضائل و مسائل رمضان المبارک

(علامہ سعید محمد آسوی)

روزے کو محض کھانے پینے تک محدود رکھنے سے شاید فرض تو ادا ہو جائے تاہم ایسا روزہ بے روح جسم کی طرح ہے۔ چنانچہ ارشاد رسول پاک ﷺ ہے

"جو جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے کھانے پینے کے چھوڑنے کی پروا نہیں" (بخاری شریف)

مرآت شرح مشکوٰۃ کے مطابق جھوٹی بات سے 'ہر خلاف شرع بات اور اس پر عمل سے ہر ناجائز عمل مراد ہے

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ

"بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزوں سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب خیز وہ ہیں جنہیں رات جاگنے کے سوا کچھ میسر نہیں" (دارمی شریف)

روزہ کے زیادہ سے زیادہ ثمرات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دوران روزہ اوامر و نواہی کی مکمل بجا آوری کی جائے۔ روزے کا مقصد قرآن نے لعلکم تتقون بتایا ہے۔ وہ بھی اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔

روزہ کی نیت: نماز تراویح ادا کرتے ہی صبح کے روزہ کی نیت کر لینا بہتر ہے بصورت دیگر سحری کھاتے حتیٰ کہ ضحوہ کبریٰ یعنی قبل زوال تک نیت کر لیں۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے تاہم زبان سے کہہ لینا زیادہ مناسب ہے۔ اگر رات میں نیت کرے تو اس کے لئے مشہور دعا یوں ہے۔

نویت ان اصوم غد اللہ تعالیٰ من فرض رمضان

'میں نے نیت کی کہ اس رمضان کا فرض روزہ اللہ کے لئے رکھوں گا'

اور دن میں نیت کرے تو یوں کرے

نویت ان اصوم ھذا الیوم للہ

'میں نے آج رمضان کا فرض روزہ اللہ کے لئے رکھا'

روزہ توڑنے والے افعال کا بیان: ۱۔ جان بوجھ کر کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ۲۔ حقہ سگریٹ، بیڑی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگرچہ دھواں اندر نہ جائے ۳۔ پان یا تمبا کو کو کھانے اگرچہ پیک تھوک دی جائے نیز نسوار منہ میں رکھنے سے روزہ جاتا رہے گا۔ ۴۔ ناک یا کان میں دوا یا تیل ڈالا جو اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ ۵۔ مرد' عورت کا بوسہ لے یا چھوئے یا گلے لگائے اور اس کو انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ۶۔ قصداً منہ بھر کر قے کرنے سے (اور قے میں کھانا آئے یا صفرا یا خون) بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر قے میں صرف بلغم ہو تو پھر نہیں ٹوٹتا۔ ۷۔ پیٹ یا دماغ میں زخم یا کسی دیگر راستے سے کچھ پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ۸۔ دانتوں سے خون نکلا اور حلق میں داخل ہو گیا اور مزا محسوس ہوا تو روزہ گیا۔ ایک دو بوند آنسو یا پسینہ منہ میں چلا گیا تو حرج نہیں۔ اگر زیادہ چلا گیا کہ مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ نہ رہا۔ ۹۔ شکر' چینی' گڑ وغیرہ گھلنے والی چیزیں منہ میں رکھیں اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ ۱۰۔ دانتوں میں کوئی چیز چنے برابر یا اس سے زیادہ تھی' اسے کھا گیا یا کم ہی تھی' لیکن منہ سے نکال کر پھر کھالی تو روزہ جاتا رہا۔ ۱۱۔ لوبان، دھونی، اگربتی کا دھواں جان بوجھ کر کھینچا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جن افعال سے روزہ نہیں ٹوٹتا: ۱۔ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ۲۔ مکھی حلق میں چلی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر قصداً نگلی جائے تو ٹوٹ جاتا ہے ۳۔ بھول کر کھا یا پی رہا تھا' یاد آنے پر لقمہ یا گھونٹ باہر نکال دیا جائے تو نہیں ٹوٹتا۔ ۴۔ احتلام ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ۵۔ سرمہ لگانے سے نہیں ٹوٹتا۔ اگرچہ سرمے کا مزہ حلق میں محسوس ہو یا تھوک میں رنگ دکھائی دے۔ ۶۔ تیل لگانے یا کلی کرنے سے بھی نہیں ٹوٹتا۔ بوقت غسل کان میں پانی پڑ جائے۔ روزہ سلامت رہتا ہے۔ ۷۔ پھول وغیرہ کی خوشبو سونگھنے سے اور گرد و غبار خود بخود حلق میں چلا جائے، روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ۸۔ مسواک کرنا روزہ کی حالت میں جائز ہے تاہم برش کے استعمال سے اجتناب لازم ہے۔ ۹۔ خود بخود قے ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے منہ بھر کر ہو اور عمداً کرے مگر منہ بھر کر نہ ہو تو پھر بھی نہیں ٹوٹتا۔ ۱۰۔ بات کرتے وقت تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اسے پی گیا یا کھنگار منہ میں آیا اور کھا گیا' روزہ نہ ٹوٹا تاہم ایسی باتوں سے احتیاط کرنا چاہئے۔ ۱۱۔ سحری کھاتے کھاتے صبح صادق ہو گئی، اسی وقت نوالہ اگل دیا تو روزہ نہ ٹوٹا ورنہ ٹوٹ گیا۔ ۱۲۔ تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی اور وہ تھوک کے ساتھ حلق میں اتر گئی تو روزہ نہ گیا مگر مزا حلق میں محسوس ہوا تو جاتا رہا۔ ۱۳۔ دوا کوٹی یا آٹا چھانا اور اس کا مزا حلق میں محسوس ہوا تو بھی روزہ نہ ٹوٹا۔

جن صورتوں میں صرف قضا لازم ہے: ۱۔ گمان یہ تھا کہ صبح صادق

سے صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کھانے پینے اور جماع سے اپنے آپ کو روکنا ہے۔ عورت کا روزہ کے لئے حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ ان دنوں میں جتنے روزے رہ جائیں رمضان کے بعد ان کی قضا کرنی چاہئے۔ یہ معاف نہیں ہیں جیسا کہ عام طور پر عورتوں کا خیال ہے۔

صوفیاءِ کرام کے نزدیک روزہ کھانے پینے وغیرہ سے ہی بچنے کا نام نہیں بلکہ اپنے سارے جسم کو شریعت کا لباس پہنانے کا نام ہے۔ یعنی سر سے پاؤں تک ہر عضو وہی کچھ کرے جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے رکے جس سے منع فرمایا گیا ہے ذرا اندازہ فرمایئے! وہ اشیاء جو دوسرے مہینوں میں حلال ومباح تھیں اس میں ناجائز وحرام قرار دے دی گئیں، تو وہ چیزیں جو روزے کے بغیر بھی حرام تھیں، اب ان کا کیا حال ہوگا۔ چنانچہ چغلی، غیبت، حسد، بغض، کینہ، جھوٹ، گالی، حق تلفی، ناانصافی، کسی کو بری نظر سے دیکھنا وغیرہ کی حرمت میں ماہ رمضان میں اور بھی شدت آگئی۔ اپنے روزے کو محض کھانے پینے تک محدود رکھنے سے شاید فرض تو ادا ہو جائے تاہم ایسا روزہ بے روح جسم کی طرح ہے۔ چنانچہ ارشاد رسول پاک ﷺ ہے

”جو جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے کھانے پینے کے چھوڑنے کی پروا نہیں“ (بخاری شریف)

مرآت شرح مشکوٰۃ کے مطابق جھوٹی بات سے ’ہر خلاف شرع بات اور اس پر عمل سے ہر ناجائز عمل مراد ہے

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ

”بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزوں سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب خیز وہ ہیں جنہیں رات جاگنے کے سوا کچھ میسر نہیں“ (دارمی شریف)

روزہ کے زیادہ سے زیادہ ثمرات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دوران روزہ اوامر ونواہی کی مکمل بجا آوری کی جائے۔ روزے کا مقصد قرآن نے لعلکم تتقون بتایا ہے۔ وہ بھی اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔

روزہ کی نیت: نماز تراویح ادا کرتے ہی صبح کے روزہ کی نیت کر لینا بہتر ہے بصورت دیگر سحری کھاتے حتیٰ کہ ضحوہ کبریٰ یعنی قبل زوال تک نیت کر لیں۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے تاہم زبان سے کہہ لینا زیادہ مناسب ہے۔ اگر رات میں نیت کرے تو اس کے لئے مشہور دعا یوں ہے۔

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَان

’میں نے نیت کی کہ اس رمضان کا فرض روزہ اللہ کے لئے رکھوں گا‘

اور دن میں نیت کرے تو یوں کرے

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ ھٰذَا الْیَوْمَ لِلّٰہ

’میں نے آج رمضان کا فرض روزہ اللہ کے لئے رکھا‘

روزہ توڑنے والے افعال کا بیان: ۱۔ جان بوجھ کر کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ۲۔ حقہ سگریٹ، بیڑی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگرچہ دھواں اندر نہ جائے، ۳۔ پان یا تمباکو کو کھانے اگرچہ پیک تھوک دی جائے نیز نسوار منہ میں رکھنے سے روزہ جاتا رہے گا۔ ۴۔ ناک یا کان میں دوا یا تیل ڈالا جو اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ ۵۔ مرد، عورت کا بوسہ لے یا چھوئے یا گلے لگائے اور اس کو انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ۶۔ قصداً منہ بھر کر قے کرنے سے (اور قے میں کھانا آئے یا صفرا یا خون) بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر قے میں صرف بلغم ہو تو پھر نہیں ٹوٹتا۔ ۷۔ پیٹ یا دماغ میں زخم یا کسی دیگر راستے سے کچھ پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ۸۔ دانتوں سے خون نکلا اور حلق میں داخل ہو گیا اور مزا محسوس ہوا تو روزہ گیا۔ ایک دو بوند آنسو یا پسینہ منہ میں چلا گیا تو حرج نہیں۔ اگر زیادہ چلا گیا کہ مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ نہ رہا۔ ۹۔ شکر، چینی، گڑ وغیرہ گھلنے والی چیزیں منہ میں رکھیں اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ ۱۰۔ دانتوں میں کوئی چیز چنے برابر یا اس سے زیادہ تھی، اسے کھا گیا یا کم ہی تھی، لیکن منہ سے نکال کر پھر کھالی تو روزہ جاتا رہا۔ ۱۱۔ لوبان، دھونی، اگربتی کا دھواں جان بوجھ کر کھینچا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جن افعال سے روزہ نہیں ٹوٹتا: ۱۔ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ۲۔ مکھی حلق میں چلی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر قصداً نگلی جائے تو ٹوٹ جاتا ہے ۳۔ بھول کر کھا یا پی رہا تھا، یاد آنے پر لقمہ یا گھونٹ باہر نکال دیا جائے تو نہیں ٹوٹتا۔ ۴۔ احتلام ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ۵۔ سرمہ لگانے سے نہیں ٹوٹتا۔ اگرچہ سرمے کا مزہ حلق میں محسوس ہو یا تھوک میں رنگ دکھائی دے۔ ۶۔ تیل لگانے یا کلی کرنے سے بھی نہیں ٹوٹتا۔ بوقت غسل کان میں پانی پڑ جائے۔ روزہ سلامت رہتا ہے۔ ۷۔ پھول وغیرہ کی خوشبو سونگھنے سے اور گرد وغبار خود بخود حلق میں چلا جائے، روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ۸۔ مسواک کرنا روزہ کی حالت میں جائز ہے تاہم برش کے استعمال سے اجتناب لازم ہے۔ ۹۔ خود بخود قے ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے منہ بھر کر ہو اور عمداً کرے مگر منہ بھر کر نہ ہو تو پھر بھی نہیں ٹوٹتا۔ ۱۰۔ بات کرتے وقت تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اسے پی گیا یا کھنگار منہ میں آیا اور کھا گیا، روزہ نہ ٹوٹا تاہم ایسی باتوں سے احتیاط کرنا چاہئے۔ ۱۱۔ سحری کھاتے کھاتے صبح صادق ہو گئی، اسی وقت نوالہ اگل دیا تو روزہ نہ ٹوٹا ورنہ ٹوٹ گیا۔ ۱۲۔ تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی اور وہ تھوک کے ساتھ حلق میں اتر گئی تو روزہ نہ گیا مگر مزا حلق میں محسوس ہوا تو جاتا رہا۔ ۱۳۔ دوا کوٹی یا آٹا چھانا اور اس کا مزا حلق میں محسوس ہوا تو بھی روزہ نہ ٹوٹا۔

جن صورتوں میں صرف قضا لازم ہے: ۱۔ گمان یہ تھا کہ صبح صادق

شروع نہیں ہوئی، اس لئے کھایا پیا اور بعد میں یہ خیال غلط ثابت ہوا یا یہ گمان کر کے کہ سورج ڈوب چکا ہے' افطار کر لیا' حالانکہ ڈوبا نہیں تھا' روزہ ٹوٹ گیا مگر صرف قضا رکھے۔
۲۔ بھول کر کھایا پیا وغیرہ اور گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اب قصداً کھایا پیا تو صرف قضا ہے۔۳۔ کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا' اس میں دوا ڈالی جو پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر' کنکری' مٹی، کاغذ' گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں تو صرف قضا لازم ہے۔۴۔ حلق میں مینہ کی بوند یا اولا چلا گیا یا بہت سے آنسو یا پسینہ نگل لیا تو صرف قضا ضروری ہے۔ ۵۔ کسی نے مجبور کر کے کچھ کھلایا یا پلایا تو قضا ہے۔۶۔ حیض ونفاس کے سبب روزہ ٹوٹے تو بھی قضا ہے۔۷۔ جان بچانے کے لئے روزہ توڑ لیا' قضا ہی لازم آئے گی۔

جن صورتوں میں قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے رمضان کا روزہ قصداً توڑنے سے کفارہ بھی لازم ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک لونڈی یا غلام آزاد کرنا (جواب ناممکن ہے) ورنہ لگا تار ساٹھ روزے رکھنا (قضا کا روزہ بھی شمار کر کے اکٹھے رکھے) اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کے دونوں وقت کھانا کھلانا۔ کفارہ کے لئے یہ شرط ہے کہ رمضان کے مہینہ کا روزہ ادا کرنے کی نیت سے رکھا ہو اور خود توڑ دیا ہو۔ روزہ دار مقیم ہو' مسافر نہ ہو۔ عاقل و بالغ ہو' نابالغ پر کفارہ نہیں ہے۔

مکروہات روزہ

۱۔ چغلی، غیبت، جھوٹ، گالی دینا، بیہودہ بکنا، کسی کو ناجائز تکلیف دینا، غیر محرم کی طرف دیکھنا، وغیرہ، ناجائز کام ویسے بھی حرام ہیں مگر روزہ کی حالت میں اور زیادہ حرام ہیں۔ اور روزہ ان کی وجہ سے مکروہ ہو جاتا ہے۔۲۔ روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کو چکھنا (سوائے اس بیوی کے جس کا شوہر بدمزاج ہے یا جس کا آقا سخت گیر طبیعت کا مالک ہے) یا چبانا مکروہ ہے۔ لیکن حلق میں کچھ چلا گیا تو روزہ گیا۔ چبانے کے لئے عذر یہ ہے کہ اتنا چھوٹا بچہ ہے جو روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی نرم غذا بھی اسے کھلانے کو نہیں اور نہ کوئی بے روزہ ہے جو اسے چبا کر دے سکے تو اس صورت میں بچے کو کھلانے کے لئے روٹی وغیرہ چبانا مکروہ نہیں۔۳۔ روزہ دار کے لئے کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے یعنی کلی میں منہ بھر پانی نہ لے۔۴۔ منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا مکروہ ہے۔ ۵۔ گلاب یا مشک (کستوری) وغیرہ سونگھنا' داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ ڈالنا مکروہ نہیں لیکن اگر زینت کے لئے سرمہ لگایا یا مٹھی بھر داڑھی سے زیادہ بڑھانے کے لئے تیل لگایا تو یوں بھی مکروہ مگر روزے میں زیادہ مکروہ ہے۔۶۔ مسواک کرنا مکروہ نہیں سنت ہے تاہم تر کر کے نہ پھیری جائے۔ ۷۔ لڑنا یا کسی بھی خلاف شرع کام میں مصروف ہونا بھی مکروہات روزہ سے ہے۔

جن حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے : ۱۔ سفر' بیماری و بڑھاپا' ہلاکت کا خوف' اکراہ شرعی' جنون، جہاد' یہ سب روزہ نہ رکھنے کے عذر ہیں۔ اگر چہ ایسے عذروں کے سبب روزہ نہ رکھنا گناہ نہیں مگر بعد میں قضا ضروری ہے سفر سے مراد شرعی سفر ہے۔ یعنی کم از کم تین دن کی راہ جو ۲/۱ ۵۷ میل (تقریباً ۹۲ کلومیٹر) بنتی ہے مراد ہے۔ ۳۔ حمل والی اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی یا بچے کی جان کا ڈر ہو تو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ لیکن قضا لازم ہے۔۳۔ مریض کو بیماری بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو تو روزہ نہ رکھے۔ یعنی کوئی ظاہرہ نشانی پائی جاتی ہو یا اپنا تجربہ ہو یا کسی ماہر و متقی طبیب نے اسے خبر دی ہو تو اس صورت میں قضا کر سکتا ہے۔۴۔ بھوک یا پیاس ایسی ہو کہ ہلاک یا پاگل ہو جانے کا صحیح ڈر ہو ۵۔ جان کا خطرہ ہو جیسے سانپ نے کاٹا ہو تو روزہ توڑ دیں۔۶۔ شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جو عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اب روز بروز کمزور ہی ہوگا تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے' البتہ ہر روزے کے بدلے فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا واجب ہے۔ اگر فدیہ ادا کرنے کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت دوبارہ آ گئی تو روزہ رکھنا واجب ہے اور یہ فدیہ صدقہ نفل ہو گیا۔ ۷۔ کسی کے بدلے کوئی دوسرا نہ روزہ رکھ سکتا ہے نہ نماز پڑھ سکتا ہے' البتہ ان کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔

فضائل سحری: نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا
۱۔ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے' ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں (ایک) فرق سحری کا لقمہ ہے (بخاری ومسلم)
۲۔ سحری کے وقت کچھ کھایا کرو تا کہ روزے پورے کرنے پر قوت حاصل کرو (ابن ماجہ)
۳۔ اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں (امام احمد)
۴۔ سحری میں اچھی غذا کھجور ہے۔ (ابوداؤد شریف)

فضائل افطاری: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
۱۔ افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے (طبرانی اوسط) ۲۔ میری امت ہمیشہ سیدھے راستے پر رہے گی جب تک افطاری کے لئے تاروں کا انتظار نہ کرے گی۔ (ابن حبان) ۳۔ لوگ اس وقت تک ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے (بخاری ومسلم) ۴۔ جو بندہ افطاری میں جلدی کرتا ہے وہ اللہ کو بہت محبوب ہے (حدیث قدسی، ترمذی شریف) ۵۔ کھجور سے روزہ افطار کیا کرو کیونکہ اس میں برکت ہے اگر کھجور حاصل نہ ہو تو پانی سے روزہ افطار کر لیا کرو کیونکہ وہ طہور (پاک کرنے والا) ہے۔ (ابوداؤد شریف)

مسائل سحری وافطار: سحری کھانا اور اس میں دیر کرنا سنت ہے مگر اتنی دیر کرنا مکروہ ہے کہ صبح صادق شروع ہونے کا شک پیدا ہو نیز افطاری میں

جلدی کرنا سنت ہے جبکہ سورج ڈوب جانے کا اطمینان ہو۔ محض موذن یا بگل یا نقارے کا اعتبار نہ کریں کیونکہ ان کو بھی غلطی لگ سکتی ہے۔

بوقت افطار یہ دعا پڑھیں۔ **اللھم انی لک صمت و بک امنت و علیک توکلت و علیٰ رزقک افطرت۔**

ترجمہ: اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا' تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تیرے ہی دیئے ہوئے رزق سے افطار کیا۔

نماز تراویح

تعریف: تراویح بیس رکعت کی وہ نماز ہے جو سنت موکدہ ہے اور صرف رمضان شریف میں پڑھی جاتی ہے۔

وقت: اس کا وقت عشاء کے فرض پڑھنے سے لے کر صبح صادق کے شروع ہونے تک ہے۔

کیا تراویح بیس رکعت ہی ہیں؟

ا۔اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ و الوتر** "رسول اکرم ﷺ رمضان (شریف) میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

اس حدیث کو عبد بن حمید نے بھی اپنے مسند میں اور طبرانی نے معجم میں اور بیہقی نے سنن میں روایت کیا ہے۔

اس کی اسناد میں ابراہیم بن عثمان کو مخالفین ضعیف کہتے ہیں حالانکہ یزید بن ہارون نے انہیں (عادل فی القضا) یعنی اپنے زمانے کے سب قاضیوں سے زیادہ عادل' شیخ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاویٰ میں ان کی روایتوں کو قابل قبول' علامہ ابن حجر نے فتح الباری پارہ ۱۷ میں ان کو حافظ' ابن عدی نے ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر کہا ہے (تہذیب التہذیب) یہ حقائق اس حدیث کو قابل حجت بناتے ہیں۔

۲۔سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے"۔(بیہقی)

اس کی سند کو علامہ سبکی نے 'شرح منہاج' میں اور ملا علی قاری نے شرح مؤطا میں صحیح قرار دیا۔(آثار السنن ص ۱۵۵)۔ جبکہ علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے خلاصہ میں' ابن عراقی نے شرح تقریب میں اور علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے مصابیح میں اسے صحیح کہا اور اس کی اسناد کے سب راویوں کو ثقہ قرار دیا اس مضمون کی متعدد احادیث یحییٰ بن سعید' عطاً تابعی' نافع بن عمر' ابن ابی ملیکہ تابعی' سعید بن عبید' علی بن ربیعہ اور دیگر سے مروی ہیں۔

صحابہ کا وہ فعل جس میں رائے واجتہاد کا دخل نہ ہو حکماً مرفوع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نماز کی تعداد میں رائے کا کوئی دخل نہیں تو صحابہ کا بیس رکعت پڑھنا حکماً مرفوع ہوگا۔ صحابہ کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنی طرف سے نماز کی رکعتیں مقرر کرلیں۔

مسائل نماز تراویح: ا۔تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے کہ اگر مسجد کے سب لوگوں نے چھوڑ دی تو سب گنہگار اور اگر کسی ایک نے گھر میں پڑھ لی تو گنہگار نہیں ۔۲۔تراویح عورتوں کے لئے بھی سنت موکدہ ہے ۔۳۔تراویح کی نماز دو دو کر کے دس سلاموں سے پڑھی جائے اور ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعت پڑھی جاتی ہیں' مستحب ہے۔ اسے ترویحہ کہتے ہیں۔ نماز کے بعد پانچواں ترویحہ بھی مستحب ہے۔ البتہ لوگ گراں جانیں تو نہ بیٹھیں۔۴۔ترویح میں درود شریف یا یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ **سبحان ذی الملک و الملکوت سبحان ذی العزۃ و العظمۃ و الھیبۃ والقدرۃ و الکبریاء و الجبروت سبحان الملک الحی الذی لا ینام ولا یموت سبوح قدوس ربنا و رب الملٰئکۃ و الروح اللھم اجرنا من النار یا مجیر یا مجیر یا مجیر** ۵۔جس نے عشاء کے فرض نہیں پڑھے، وہ نہ تراویح پڑھ سکتا ہے نہ وتر' جب تک فرض نہ ادا کرلے۔ ۶۔عشاء کے فرض جس نے تنہا پڑھے اور تراویح جماعت سے تو وتر تنہا پڑھے اور اگر باجماعت پڑھے مگر تراویح تنہا تو وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے ۔ ۷۔جس کی کچھ تراویح باقی تھیں کہ وتر کے لئے امام کھڑا ہوگیا تو جماعت کے ساتھ شامل ہوجائے۔ (بشرطیکہ فرض باجماعت پڑھے ہوں) اور یہ افضل ہے۔ باقی تراویح وتر کے بعد پڑھ لے۔ لیکن اگر پہلے تراویح مکمل کیں، پھر تنہا وتر پڑھے تو یوں بھی جائز ہے۔ ۸۔تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنا افضل ہیں گھر میں جماعت کرلی تو ہوگئی، مگر مسجد کے ثواب سے محروم رہا۔ ۹۔مہینہ بھر کی تراویح میں ایک بار قرآن پاک ختم کرنا سنت موکدہ' دو مرتبہ فضیلت اور تین بار افضل ہے۔۱۰۔اجرت طے کر کے تراویح پڑھانا جائز نہیں۔ البتہ لوگ اپنے طور پر خدمت کریں تو جائز ہے۔ ۱۱۔روزہ اور تراویح لازم وملزوم نہیں کہ ایک رہ جائے تو دوسرا بھی ادا نہ کریں۔ خدا نخواستہ روزہ رہ جائے تو بھی تراویح میں شامل ہو یونہی اس کے برعکس تراویح نہ پڑھ سکا تو بھی روزہ رکھے۔

☆......☆......☆

رمضان المبارک کی تقریبات

پروفیسر سائر بکھوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک یوں تو انوار کی بارش کا مہینہ ہے اور اس کی ہر ساعت رحمت و برکت کی ساعت ہے تاہم تاریخ اسلام کے حوالے سے بھی اس میں چند انتہائی اہم دن ہیں۔ زندہ قومیں کبھی اپنے محسنوں کو فراموش نہیں کرتیں اور ہمیشہ ان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ان کے دن مناتی ہیں۔ اسلام میں بھی جو دین فطرت ہے ایسے دنوں کی اہمیت کا منکر نہیں بلکہ قرآن پاک میں ایسے دنوں کو ایام اللہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ کے دن۔ حج و قربانی کی ساری عبادات ایسے ہی بزرگوں کی یادگار ہیں جنہیں ہر حال میں اپنے خالق سے لو لگائے رکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ رمضان المبارک کی چند تقاریب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یوم سیدۃ النساء: ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو سیدہ فاطمہ حضرت بتول زہرا علی ابیہا و علیہا السلام کا وصال ہوا۔ آپ ساری جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔
حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا نہی سے تھا
علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے انہی کے بارے میں فرمایا

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہراء عزیز علیہم السلام

یعنی حضرت مریم کی عزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہونے کی بنا پر ہے تو حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو تین نسبتیں حاصل ہیں۔ علیہم السلام
۱۔ وہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر ہیں۔
۲۔ مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی زوجہ مقدسہ ہیں۔
۳۔ مرکز پرکار عشق سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور قافلہ سالار عشق حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

بہر حال ۳ رمضان المبارک کو آپ کا سالانہ عرس مبارک ہوتا ہے حضور پرنور قطب الکاملین سیدنا شاہ لاثانی قدس سرہ اور شہنشاہ ولایت حضور قبلہ سیدنا نقش لاثانی قدس سرہ' بڑے اہتمام سے اس روز ایصال ثواب کرتے، کرنے کی ہدایت کرتے اور فضیلت بتاتے۔

۲۔ یوم ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ: آپ کا وصال شریف ۹ یا ۱۰ رمضان شریف (۱۰ھ نبوی) کو ہوا۔ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی اور حضور شہنشاہ کونین ﷺ کی سب سے پہلی اہلیہ محترمہ اور تمام مومنوں کی پہلی مادر مقدسہ، حضور سید عالم ﷺ پر ساری جائیداد بھی قربان کر دی۔ گویا اس مالی قربانی میں بھی اولین نام نامی آپ کا ہے۔ تاجدار انبیاء علیہ السلام کی ساری اولاد سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انہی کے بطن سے ہوئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں حضور خواجہ کائنات ﷺ کے ذریعے اللہ کا اور اپنا سلام پہنچایا۔ ان کے وصال کے سال کو **عام الحزن** (یعنی غم کا سال) کہا گیا۔ حضور علیہ السلام ان سے ہمیشہ راضی رہے اور ان کا ذکر ہمیشہ محبت واحترام سے فرماتے۔

اس لئے دس رمضان کو اس محسنہ کائنات رضی اللہ عنہا وسلام اللہ علیہا کا یوم بھی عقیدت واحترام سے منانا چاہیے۔

۳۔ یوم سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کے کچھ عرصہ بعد ہی حضور سرور عالم ﷺ کے عقد مبارک میں آئیں۔ اور پھر امہات المومنین میں سب سے بلند مرتبہ اور سرور کونین ﷺ کو محبوب آپ ہی تھیں۔ (صلی اللہ علیٰ بعلہا وعلیہا وسلم) آپ بہترین علم وعمل سے آراستہ تھیں۔ یہ شرف بھی کم نہیں کہ یار غار نبوت سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لخت جگر ہیں۔ سورہ نور کی متعدد آیات آپ کی شان اقدس میں نازل ہوئیں۔ ۱۷ رمضان المبارک آپ کا یوم وصال ہے۔ اسے پورے اہتمام سے منانا چاہئے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے اسے بڑی اہمیت دی ہے۔

۴۔ یوم بدر: اسلام اور کفر کا پہلا فیصلہ کن معرکہ جسے غزوہ بدر کہتے ہیں۔ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کو بدر کے مقام پر ہوا قرآن حکیم نے اسے یوم الفرقان فرمایا ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ اہل بدر کے وسیلے سے جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے کیونکہ ان سب کی بخشش کا اعلان خود اللہ نے اپنی آخری کتاب میں فرمایا ہے۔
سوان بخشے ہوؤں کا وسیلہ ہمارے لئے بھی حل مشکلات کا ضامن بن سکتا ہے۔

بہر حال ۱۷ رمضان المبارک شریف یوم حضرت سیدہ عائشہ بھی ہے اور یوم بدر بھی۔ رضی اللہ عنہا وعن اہل البدر۔

۵۔ یوم شیر خدا رضی اللہ عنہ: سیدنا حضرت علی المرتضیٰ اسد اللہ الغالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم جو حضور سرور کائنات اصل موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برادر ذی وقار اور سیدہ خاتون جنت کے شوہر نامدار ہیں۔
۲۱۔ رمضان المبارک ۴۰ھ کو جامع مسجد کوفہ میں نماز پڑھاتے ہوئے شہید ہوئے۔ اللہ اکبر! خوب فرمایا کسی بزرگ نے

کسے رامیسر نہ شد ایں سعادت بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

یعنی یہ سعادت کہ کعبے میں ولادت ہو اور مسجد میں شہادت ہو' صرف حضرت علی المرتضیٰ مشکلکشا کرم اللہ وجہہ' ہی کو میسر آئی۔
حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

نہ بنتا کیوں خدا کا گھر علی کی جائے پیدائش
کہ وہ ایمان کا قبلہ ہے یہ عرفان کا قبلہ

ان کے فضائل حدوشمار سے باہر ہیں۔ ان کی محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض منافقت کی پہچان ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے بڑے قاضی آپ ہی ہیں۔ زہد وورع اور فقر وشجاعت کو آپ پر ناز ہے۔ ہر مومن محب اہل بیت ہے اور ہر محب اہل بیت کو آپ کا دن ضرور منانا چاہیے۔

۶۔ شب قدر یا یوم نزول قرآن: شب قدر جس کا کچھ ذکر پہلے ہو چکا ہے' نہایت عظمت والی رات ہے۔ حدیث پاک کی رو سے آخری عشرے کی طاق راتوں میں کوئی سی ایک رات لیلۃ القدر ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی

اللہ عنہ بلکہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ ستائیسویں رات ہے۔ کیونکہ لیلۃ القدر میں نوحروف ہیں اور سورۃ القدر میں یہ ترکیب تین بار آئی ہے لہذا ۹x۳=۲۷ نیز اس صورت میں تیس کلمات ہیں اور ھی (یعنی وہ) جس سے اس رات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ستائیسواں کلمہ ہے۔ اشعۃ اللمعات میں اس جگہ فرمایا کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شب قدر کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی ستائیسویں رات ہے خواہ سات باقی ہوں یا گزر گئی ہوں یعنی تیئیسویں یا ستائیسویں شب، جناب عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا دلیل کیا ہے؟ آپ بولے رب تعالیٰ نے سات آسمان بنائے، زمینیں بھی سات، ہفتے کے دن سات، انسان کی پیدائش سات اندام سے ہوئی نیز انسان کھاتا بھی سات اندام سے ہے، سات اعضا سے سجدہ، طواف میں بھی سات چکر، اور جمرات کو کنکر بھی سات مارے جاتے ہیں۔ لہذا شب قدر میں بھی سات کا عدد ہی مناسب ہوگا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم نے وہ چیز جان لی جو ہمارے علم میں ہے"۔

اس رات کو جاگ کر عبادت کرنی چاہئے۔ انسان تلاوت کرے، درود شریف پڑھے، یا کوئی اور عبادت کرے اصل چیز خشوع و خضوع اور احساس بندگی کا بیدار کرنا ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے رب سے مناجات کریں، اس کے حضور گڑگڑائیں اپنے گناہوں کا اعتراف کریں اور سچے دل سے توبہ کریں۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ہادی اعظم ﷺ سے پوچھا کہ اگر مجھے یہ رات معلوم ہو جائے تو کیا کہوں؟ کہو۔ اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ! بے شک تو معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنا پسند کرتا ہے سو مجھے بھی معاف فرما!

اس رات ہمیں حضور احمد مجتبیٰ سرور دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ میں بھی زیادہ ادب و نیاز سے متوجہ رہنا چاہئے کہ آپ ہی خالق و خلق کے درمیان سب سے بڑا وسیلہ ہیں اگر اپنے دل کی آرزو پیش کرنے کا سلیقہ نہ آئے تو قصیدۃ النعمان (یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا قصیدہ) یا امام بوصیری کا قصیدہ بردہ ہی پڑھ لیں۔ اگر اس کا ترجمہ نہ آتا ہو تو درود شریف ہی بکثرت پڑھیں۔ سرکار دو عالم رحمت کائنات علی افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات سے آنسوؤں کی زبان سے فریاد کریں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اس رات اگر اور کچھ بھی نہ ہو سکے تو عشا اور فجر کی نمازیں باجماعت ضرور پڑھ لینی چاہئیں۔ (یہ کم از کم ہے)

چونکہ نزول قرآن کی رات اس لئے اپنے اخلاق و کردار کا ضرور جائزہ لینا چاہئے۔ اور دیکھنا چاہئے کہ ہماری سیرت قرآن پاک کی تعلیمات سے کہاں تک موافقت رکھتی ہے۔

۷۔ یوم استقلال (یوم آزادی): ہمارے ہاں یوم آزادی ۱۴ اگست کو منایا جاتا ہے حالانکہ مناسب یہ ہے کہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات (یعنی شب) کو یوم آزادی کے طور پر منائیں کیونکہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو جب پاکستان کی آزادی کا اعلان ہوا تھا شبِ قدر تھی۔ ویسے تو پاکستان کے قیام کی جو کوششیں بھی ہوئیں ان کا عنوان یہی تھا کہ یہاں قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی معاشرہ قائم کی جائے گا اور دنیا کو عملاً بتا دیا جائے گا کہ نجاتِ آخروی ہی کا نہیں، بلکہ فلاحِ دنیوی کا دارومدار بھی کتاب و سنت کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے پر ہے۔ علماو مشائخ نے بھی اسی لئے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا۔ مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ شب قدر کو پاکستان کا معرض وجود میں آنا مزید اس کے نظریہ تشکیل میں قوت پیدا کر دیتا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ ہم اس اولین مقصد کو بھول گئے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک دولخت ہو گیا۔ اور اب باقی ماندہ ملک میں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی ہیں۔ اگر ہماری بے وفائی کا یہی حال رہا تو نجانے پاکستان کا مستقبل کیا ہوگا۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ کشمیر جاگ رہا ہے اور پاکستان سو رہا ہے۔ کشمیری بیدار ہو کر اپنے ذوقِ یقین سے غلامی کی زنجیریں کاٹ رہے ہیں اور ہم اپنی بے یقینی سے آزادی کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ کاش کہ اس صورت حال کا احساس قوم کے رہنماؤں کو ہوتا مگر ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یہاں حکومتوں میں تصادم ہے، کرسی کا طواف تو ہو رہا ہے، اقتدار کا پروانہ تو ہر کوئی ہے، ایمان کی خرید و فروخت تو جاری ہے مگر قرآن کا، اسلام کا اور پاکستان کا کوئی خیر خواہ نظر نہیں آتا۔

قوم کے بہی خواہ اگر کچھ نہیں کر سکتے تو رمضان المبارک میں نورانی ساعتوں میں پاکستان کی بقاو سالمیت کی دعا ہی کریں۔

قرآنی برکات

حکایات کی روشنی میں

پروفیسر محبوب عارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولیاء اللہ کی زیارت وصحبت جس طرح انسان کی عملی واخلاقی اصلاح کے لئے نسخہ اکسیر ہے اسی طرح کے حالات کشف وکرامات کے واقعات اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں ان کے اعلیٰ مقامات اور ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرنا اور سننا بھی بے حد مجرب ہے۔ اس مضمون میں اولیاء اللہ کی وہ حکایات ہیں جو قرآن کے بارے میں ہیں۔ اور قرآن پاک کے فضائل بیان کرتی ہیں۔

یہ تمام حکایات آٹھویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم اور ولی اللہ حضرت عبداللہ ابن اسعد یافعی یمنی کی تصنیف "روض والریاحین" سے لی گئی ہیں یہ کتاب عربی میں ہے اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ایما پر اس کا اردو ترجمہ کیا گیا جس کا نام "نزہۃ البساتین" ہے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اس کتاب کو از حد پسند کرتے تھے اور اپنے اصحاب ومریدین کو اس کتاب کے مطالعہ کا مشورہ دیا کرتے تھے۔

حکایات نمبر 1: ایک آدمی کی حکایت ہے کہ وہ بھس فروشی کا پیشہ کرتا تھا اور خدا تعالیٰ سے بالکل غافل تھا جب وہ مرنے لگا تو لوگ اسے کلمہ پڑھاتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے داموں کا ہے اس کے بعد ایک شیخ کامل نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ تم کلمہ شہادت کا بکثرت ورد رکھا کرو تا کہ اس کے پڑھتے پڑھتے انتقال ہو جیسا کہ یہ آدمی زندگی بھر یہی کلمہ کہتا رہا اور اب مرتے وقت بھی یہی منہ سے نکلا ایک صالح آدمی کی حکایت ہے کہ وہ قرآن شریف کی تلاوت بہت کرتے تھے جب ان کا انتقال ہونے لگا تو ان سے لوگوں نے کہا کہ **لا الہ الا اللہ** کہو اس کے جواب میں انہوں نے یہ پڑھا **بسم اللہ الرحمن الرحیم ط ما انزلنا علیک القرآن لتشقی سے لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنی تک**۔ پھر جب انہیں کلمہ پڑھاتے تو وہ بار بار اسی کو پڑھنے لگے یہاں تک کہ اسی آیات کریمہ کے پڑھتے ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس حالت میں انسان اپنی زندگی گزارے گا اسی پر اس کی وفات ہوگی اور جس پر وفات ہوگی اسی حالت پر اس کا حشر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ یہ رحیم وکریم سب کو سنت وجماعت اور اسلام پر مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حکایت نمبر 2 ایک عابدہ عورت کی حکایت ہے کہ لوگ اسے بابیہ کہتے تھے جس وقت وہ مرنے لگی تو آسمان کی طرف اس نے منہ اٹھا کر یہ دعا کی کہ الٰہی میرا ذخیرہ اور توشہ تو ہی ہے مرنے اور جینے میں میں نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا اب مرنے کے وقت ذلیل نہ کیجیو اور قبر میں وحشت ہونے سے محفوظ رکھیو۔ جب وہ مرگئی تو اس کے بیٹے نے یہ التزام کیا کہ ہر جمعرات اور جمعہ کو قبر پر جاتا اور اس کی قبر پر قرآن کی کچھ آیات پڑھ کر اپنی والدہ اور سب مردوں کے حق میں دعا اور استغفار کرتا وہ کہتا ہے ایک مرتبہ میں نے اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا اول میں نے سلام کیا اور پھر پوچھا اماں کس طرح ہو کیا حال ہے۔ کہا اے بیٹے موت کی سختیاں اور تکالیف تو بہت ہیں مگر میں تو قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عالم برزخ میں ہوں یہاں فرش بچھے ہوئے ہیں اور سندس و استبراق کے گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں میں نے پوچھا تمہیں کسی شے کی ضرورت ہے کہا ہاں اے بیٹے یہ جو تم میری زیارت کو آئے ہو اور قرآن پاک پڑھ کر ہمارے لئے دعا کر جاتے ہو یہ ورد نہ چھوڑنا۔ اے بیٹا جمعہ جمعرات کو تمہارے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے جس وقت تم میرے پاس آتے ہو تو یہ سب مردے میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں اے بابیہ یہ تمہارا بیٹا تمہارے پاس آیا ہے اس سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے اور یہ میرے سب مردے بھی خوش ہو جاتے ہیں وہ کہتا ہے کہ پھر میں جمعرات جمعہ ان کی زیارت کو جایا کرتا اور قرآن پاک کی کچھ

آیات وغیرہ پڑھ کر یہ دعا کیا کرتا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وحشت رفع کر کے تمہیں انیست عطا کرے اور تمہاری تنہائی پر رحم فرمائے اور تمہاری خطائیں معاف فرمائے اور تمہاری نیکیاں قبول کرے۔ پھر ایک روز میں سو رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سی مخلوق میرے پاس آئی میں نے پوچھا کہ تم کون ہو کس لئے آئے ہو کہا ہم اہل مقابر ہیں تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں اور یہ التجا کرتے ہیں کہ قرآن پاک پڑھنا نہ چھوڑنا

حکایت نمبر 3: ایک عالم نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کے اندر اہل قبور اپنی اپنی قبروں سے نکل کر باہر آ رہے ہیں اور میوے کی طرح کوئی شے وہاں سے چنتے ہیں مجھے معلوم نہیں ہوا کہ وہ شے کیا تھی مجھے اس سے بہت تعجب ہوا اور میں نے دیکھا ایک آدمی ویسے ہی بیٹھا ہوا ہے اور کچھ نہیں اٹھاتا میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیا چیز چنتے ہیں اس نے جواب دیا کہ مسلمان جو قرآن وغیرہ پڑھ کر اور صدقہ اور دعا کر کے انہیں ثواب پہنچاتے ہیں یہ اسے چن رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر تم بھی تو ان کے ساتھ ہو تم کیوں نہیں چنتے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں میں نے کہا اس کی وجہ کیا ہے۔ کہا میرا لڑکا روز ایک قرآن شریف پڑھنے کا ثواب مجھے پہنچا دیتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ تمہارا لڑکا کہاں ہے کہا ویسے وہ جوان آدمی ہے فلاں بازار میں تجارت کرتا ہے اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی میں فوراً اس بازار میں پہنچا۔ دیکھا کہ ایک نوجوان ایک دوکان پر بیٹھا ہونٹوں کو ہلاتا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا تم ہونٹوں کو کیوں ہلاتے ہو۔ کہا میں ایک قرآن شریف پڑھ کر اپنے والد کی قبر میں انہیں ثواب پہنچاتا ہوں۔ کچھ عرصہ بعد میں نے دوبارہ خواب دیکھا کہ مردے اپنی اپنی قبروں میں سے نکل کر بدستور سابق کوئی شے چن رہے ہیں اور وہ آدمی بھی جس کو پہلی مرتبہ خاموش بیٹھا ہوا دیکھا تھا ان لوگوں کے ہمراہ چن رہا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد اس واقعہ خواب پر تعجب کرتا ہوا اس تاجر لڑکے کی تلاش میں بازار کی طرف گیا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے خدا تعالیٰ اس پر راضی ہو اور رحمت نازل فرمائے آمین۔

حکایت نمبر 4 نقل ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا اسے اس کی ایک جاننے والی عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس کے تخت کے نیچے ایک نور کا برتن ڈھکا رکھا ہے اس عورت نے دریافت کیا کہ اس میں کیا ہے۔ کہا اس میں میرے شوہر کا ہدیہ ہے جسے کل رات اس نے میرے واسطے روانہ کیا ہے جب بیدار ہوئی تو اس نے اس عورت کے خاوند سے قصہ بیان کیا خاوند نے کہا میں نے کل شب کچھ قرآن پڑھ کر اس کی روح کو ثواب بخشا تھا، بعض علماء سے مروی ہے کہ شیخ امام مفتی انام عزیز الدین ابن عبدالسلام سے ان کی وفات کے بعد خواب میں سوال کیا گیا کہ تم قرآن شریف کے ایصال ثواب سے انکار کرتے تھے اب اس کے بارے میں کیا کہتے ہو کہنے لگے افسوس ہے میں نے اپنے گمان کے مخالف دیکھا۔

حکایت نمبر 5: مروی ہے کہ کسی نے ایک شہر میں کسی کی قبر کھودی۔ دیکھا کہ اس میں ایک شخص تخت پر بیٹھے قرآن شریف تلاوت کر رہے ہیں۔ یہ بھی کہتا تھا کہ اس تخت کے نیچے نہر جاری تھی۔ یہ دیکھ کر اس پر غشی طاری ہو گئی لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا لیکن کسی کو اس کے بیہوش ہونے کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ اس شخص کو دوسرے یا تیسرے روز ہوش آیا تو اپنا قصہ لوگوں سے بیان کیا۔ ایک شخص نے اصرار کیا کہ اسے اس قبر کا پتہ بتا دے اس کا ارادہ ہوا کہ اس شخص کا پتہ بتا دے۔ تو رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ وہ صاحب قبر اس سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تو نے میری قبر کسی کو بتائی تو فلاں فلاں مصائب میں مبتلا ہو گا جب خواب سے بیدار ہوا تو اپنے ارادہ سے توبہ کی اور ان کی قبر چھپا دی پھر کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ قبر کہاں ہے۔

حکایت نمبر 6: منقول ہے کہ بعض صالحین لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے اتفاقاً ایک روز ایک یہودی ان کے وعظ کی مجلس پر سے گزرا واعظ لوگوں کو اللہ سے ڈرا رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے **وان منکم الاواردھا کان علی ربک حتما مقضیا** یعنی تم سب دوزخ میں وارد ہو گے یہ حق تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ یہ سن کر اس یہودی نے کہا اگر یہ کلام سچا ہے تو ہم تم برابر ہیں واعظ نے کہا ہم تم برابر نہیں کیونکہ ہم وارد ہو کر اس میں سے نکلیں گے اور تم اس میں رہو گے اور ہم تقویٰ کے سبب اس سے نکلیں گے اور تم بوجہ ظلم کے اس میں رہو گے پھر دوسری آیت تلاوت کی

ثمہ ننجی الذین اتقو ونذر الظلمین فیھا جثیا

یعنی پھر ہم متقیوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا اسی میں چھوڑ دیں گے یہودی نے کہا متقی ہم ہیں شیخ نے کہا تم نہیں ہو بلکہ ہم ہیں اور یہ آیت تلاوت کی **ورحمتی وسعت کل شئی فسا کتبھا للذین یتقون ویوتون الذکوٰۃ والذین ھم بایاتنا یومنون الذین یتبعون الرسول النبی الامی**

یعنی میری رحمت ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے اور میں اسے لکھوں گا ان لوگوں کے واسطے جو متقی ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور نبی امی ﷺ کی اتباع کرتے ہیں یہودی نے کہا اس پر کوئی دلیل لاؤ کہ ہم جلیں گے اور تم نہیں جلو گے فرمایا

دلیل ظاہر ہے میرے اور اپنے کپڑے آگ میں ڈال دے جس کے کپڑے جل جائیں سمجھو کہ وہی ناری ہے اور جس کے کپڑے نہ جلیں وہ ناجی ہے پس دونوں نے کپڑے اتارے شیخ نے یہودی کے کپڑے اپنے کپڑوں کے اندر لپیٹ کر آگ میں پھینک دیئے آپ بھی آگ میں گھس کر نکال لائے جب کھول کر دیکھا تو یہودی کے کپڑے وجود اندر ہونے کے جل کر خاکستر ہوگئے تھے اور شیخ کے کپڑے ویسے ہی سلامت تھے بلکہ آگ کی وجہ سے اس کا میل کچیل صاف ہوگیا تھا اور وہ بالکل سفید ہوگئے تھے جب یہودی نے یہ حالت دیکھی تو اسی وقت مسلمان ہوا

حکایت نمبر 7: مالک ابن دینار سے کسی نے ان کے توبہ کرنے کا سبب پوچھا فرمایا میں شرابی آدمی تھا ہر وقت شراب خوری میں ڈوبا رہتا تھا۔ میں نے ایک بہت حسین خوبصورت لونڈی خریدی اور اس سے خوب صحبت داری کی۔ پھر اس سے میری ایک بیٹی ہوئی اس سے مجھے از حد محبت ہوگئی۔ جس وقت وہ پاؤں چلنے لگی تو میرے دل میں اس کی الفت ومحبت اور زیادہ ہی ہوتی چلی گئی اور اکثر یہ ہوتا کہ جب میں شراب لے کر بیٹھتا وہ میرے پاس آتی اور مجھ سے چھین کر میرے کپڑوں پر گرا جاتی کچھ دیر بعد اس کا انتقال ہوگیا مجھے اس کے رنج وصدمہ نے بالکل تباہ کردیا جب ماہ شعبان نصف گزر چکا اتفاق سے جمعہ کی شب بھی تھی میں شراب میں مست ہوکر سو رہا عشاء کی نماز بھی نہیں پڑھی میں نے خواب میں دیکھا حشر برپا ہے اور اہل قبور قبروں سے نکل نکل کر آرہے ہیں میں بھی ان کے ساتھ ہوں مجھے اپنے پیچھے کچھ کھسکھساہٹ سی معلوم ہوئی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا سانپ میری طرف منہ کھولے دوڑا ہوا آرہا ہے میں خوف کے مارے اس کے آگے آگے بھاگا جارہا ہوں۔ رعب مجھ پر چھایا ہوا ہے میں ایک راستہ سے گزرا تو ایک بوڑھے آدمی سفید کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے ہوئے ملے۔ میں نے ان سے گریہ وزاری کی کہ مجھے اس سانپ سے بچادیجئے۔ انہوں نے فرمایا میں ضعیف ہوں اور یہ مجھ سے زور آور ہے اس لئے میں نہیں بچا سکتا۔ لیکن تم جاؤ ڈرو نہیں شاید اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا کوئی سبب پیدا کردے پھر میں اور بھی بھاگا اور ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا وہاں سے دوزخ نظر آنے لگا میں اسی سانپ کے اندیشے سے جو میرے پیچھے آرہا تھا قریب تھا کہ اس کے اندر جا پڑوں اتنے میں غیب سے مجھے آواز آئی کہ پیچھے ہٹ تو دوزخی نہیں ہے اس کے کہنے پر مجھے اطمینان ہوا اور اب میں پیچھے ہٹا تو وہ سانپ بھی میرے پیچھے ہی آیا پھر مجھے آواز آئی اس وقت میں ان بوڑھے صاحب کے پاس پھر آیا اور میں نے کہا کہ آپ سے میں یہ چاہتا تھا کہ آپ مجھے اس سانپ سے بچادیں آپ نے قبول نہ کیا یہ سن کر وہ رونے لگے اور فرمایا میں خود کمزور اور ناتواں ہوں لیکن تم اس پہاڑ پر جاؤ یہاں مسلمانوں کی امانتیں جمع ہیں اگر تمہاری بھی کوئی شے امانت رکھی ہوگی تو اس سے امداد مل جائے گی میں نے دیکھا تو وہ گول پہاڑ تھا بہت سے دروازے اس میں بنے ہوئے تھے۔ ان پر پردے تھے اور ہر دروازہ کی دونوں چوکھٹیں سونے کی یاقوت اور موتی جڑی ہوئی ہر دروازے پر ریشمی پردے تھے۔ جس وقت میں نے اس پہاڑ کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑا اور وہ سانپ بھی میرے پیچھے دوڑا جب اس کے قریب پہنچا تو چند فرشتوں نے پردے اٹھا کر اس کے دروازے کھول دیئے۔ اور انہوں نے خود بھی دیکھنا شروع کردیا کہ شاید ان امانتوں کے اندر اس ناامید کی بھی کوئی امانت مل جائے اور وہ اسے اس کے دشمن سے بچالے جس وقت پردے اٹھ گئے اور دروازے کھل گئے۔ تو بہت سے بچے چاند سے چہرے چمکاتے ہوئے نکلے اور وہ سانپ میرے پاس ہی آگیا۔ میں نے چیخ کر کہا افسوس تم سب تو موجود ہو اور وہ اس کے پاس پہنچ گیا ہے یہ سنتے ہی جماعت بچوں کی نکلی اور میری بیٹی بھی جو مرگئی تھی یکایک وہ بھی آنکلی اور مجھے دیکھ کر رونے لگی اور کہا ہائے واللہ میرے ابا یہ کہتے ہی تیر کی طرح ایک نورانی مکان میں چلی گئی پھر اپنا بایاں ہاتھ میرے داہنی طرف بڑھایا میں بھی اوپر چڑھ گیا اور اس نے اپنا داہنا ہاتھ اس سانپ کی طرف کیا تو وہ فوراً پیچھے کی طرف بھاگ گیا پھر اس نے مجھے بٹھا لیا اور خود میرے گود میں بیٹھ گئی اور میری داڑھی پر ہاتھ مار کر کہا اے ابا **الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق** یعنی کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور نازل شدہ حق سے مسلمانوں کے دل ڈر جائیں اس پر میں رونے لگا میں نے پوچھا کہ اے بیٹی کیا یہاں تم قرآن شریف بھی سیکھتی ہو کہا ہم تم ہی سے سیکھتے ہیں میں نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ کہ یہ سانپ جو مجھے کھانے کو آتا تھا یہ کیا بلا تھی کہا یہ تمہاری بدافعالیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ تھا تم ہی نے اسے بڑھا بڑھا کر ایسا قوی کردیا تھا کہ اب تمہیں یہ دوزخ میں جھونکنا چاہتا ہے میں نے پوچھا یہ بوڑھے صاحب کون تھے جن کے کہنے پر میں یہاں آیا تھا کہا یہ تمہارے اعمال صالح اور نیک افعال تھے۔ تم نے انہیں ایسا ضعیف وناتواں کر رکھا ہے کہ تمھارے بداعمال کے مقابلے میں ان میں طاقت نہیں ہے۔ میں نے پوچھا اس پہاڑ میں تم کیا کرتی ہو۔ کہا ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں قیامت آنے تک ہم یہاں رہیں گے۔ تمھارے آنے کا ہمیں انتظار رہتا ہے، تاکہ ہم تمھارے لئے سفارش کریں۔ تھوڑی دیر بعد میری آنکھ کھلی تو میں گھبرایا اور رعب مجھ پر چھایا ہوا تھا۔ جب صبح ہوئی تو جو کچھ میرے پاس تھا، سب دے دلا دیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کی۔ بس یہی میری توبہ کا باعث ہوا۔

☆......☆......☆

مرزا قادیانی کو نبی کیوں بنایا گیا؟

فاتح مرزائیت
علامہ طاہر عبدالرزاق

انگریز ہندوستان پر مکمل قابض ہو چکا تھا۔اس نے مسلمانوں کی فوجی اور سیاسی قوت کو جلا کر راکھ بنا دیا تھا،لیکن اس کے دماغ میں ابھی تک خوف کی آندھیاں چل رہی تھیں۔اس کا دل جہادی یلغار کے زلزلوں سے کانپ رہا تھا۔اسے راکھ کی چنگاریاں،چنگاریوں سے آگ اور آگ سے اٹھتے ہوئے منہ زور شعلے اپنی طرف لپکتے نظر آرہے تھے۔

وہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے خائف تھا۔وہ ابھی تک صلاح الدین ایوبی کی یلغار کو نہیں بھولا تھا۔اسے ابھی تک نورالدین زنگی کی تلوار کی کاٹ یاد تھی۔وہ ابھی تک طارق بن زیاد کے کشتیاں جلانے کے منظر سے خوف زدہ تھا۔اس کے کانوں میں ابھی تک محمد بن قاسم کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدائیں گونج رہی تھیں۔وہ ابھی تک سلطان محمود غزنوی کی تکبیروں سے کپکپا رہا تھا۔وہ ابھی تک سلطان شہاب الدین غوری کی جرات وشجاعت سے خائف تھا اور وہ ابھی تک احمد شاہ ابدالی کی جنگی حکمتوں کے سامنے سرنگوں تھا۔

اس نے اسلامی تاریخ سے یہ اخذ کرلیا تھا کہ مسلمانوں کی عزت جہاد سے ہے اور مسلمانوں کی ذلت عدم جہاد سے ہے۔پھر ان کے شہ دماغوں نے فیصلہ دیا کہ مسلمانوں سے جذبہ جہاد چھین لیا جائے۔اس کے لئے انہوں نے ایک ''کرائے کے نبی''(مرزا قادیانی) کی خدمات مستعار لیں اور اس نے اعلان کیا کہ میں بطور نبی کہتا ہوں کہ اب اسلامی شریعت میں جہاد ختم ہو چکا ہے۔اب جو شخص جہاد کرے گا،وہ اللہ اور اس کے رسول کا باغی ہوگا۔

فرنگی منصوبہ سازوں نے مرزا قادیانی سے کہا کہ تجھے ''نبی'' اس لئے بنایا گیا ہے کہ تو............!!

☆ ان کے بپھرے ہوئے جذبوں کو زنجیر پہنا دے۔
☆ ان کے آتش فشاں ولولوں کو مقید کرے۔
☆ ان کی بے خوف آنکھوں میں موت کا خوف اتار دے۔
☆ قوم رسول ہاشمی ﷺ کے سینوں سے جہادی روح نوچ لے۔
☆ ان کے دماغوں سے شوق شہادت کی تمنا ختم کر دے۔
☆ ان کے ہاتھوں سے شمشیر جہاد چھین لے۔
☆ ان کے خون میں دوڑنے والے جہادی شراروں کے منجمد کر دے
☆ ان کی اسلامی غیرت کو موت کے گھاٹ اتار دے۔
☆ ان کے قلوب سے عشق رسول ﷺ نکال دے۔
☆ انہیں ان کے نبی سے بے تعلق کر کے اپنی جانب کھینچ لے۔

جہاد کے بارے میں بطور نمونہ قادیانیوں کے چند حوالے پیش خدمت ہیں۔انہیں پڑھیے اور سوچیے کہ عالم اسلام کے خلاف کس قدر بھیانک سازش ہوئی ہے۔

''اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کے لئے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے

اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے ،خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
(ضمیمہ ''تحفہ گولڑویہ'' ص ۳۹ مصنف مرزا قادیانی)

☆ ''آج سے انسانی جہاد جوتلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے، وہ اس رسول کریم کی نافرمانی کرتا ہے۔'' (خطبہ الہامیہ مترجم ص ۲۸۔ ۲۹ مصنف مرزا قادیانی)

☆ ''گورنمنٹ انگلشیہ خدائی نعمتوں میں سے ایک ہے یہ ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کے لئے برکت کا حکم رکھتی ہے۔ خداوند رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے باران رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا قطعی حرام ہے۔'' (''شہادتِ قرآن'' ضمیمہ ص ۱۲، ۱۱ مصنف مرزا قادیانی)

☆ بعض احمق نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں، سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے، کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض ہے اور واجب ہے، اس سے جہاد کیسا؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک بدکار اور حرامی آدمی کا کام ہے۔'' (مرزا قادیانی کی کتاب ''شہادتِ قرآن'' کا ضمیمہ بعنوان 'گورنمنٹ کی توجہ کے لائق' ص ۳۰ منقول از اخبار 'الفضل' قادیان، جلد ۲۷، ص ۲۰۹، مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۹ء)

☆ یہی وہ فرقہ (یعنی قادیانی فرقہ) ہے جو دن رات کوشش کررہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھادیا جائے'' ('از ریویو آف ریلیجز' ص ۵۳۷، ۵۳۸)

☆ دیکھو میں (غلام احمد قادیانی) ایک حکم لے کر آپ کے پاس آیا ہوں، وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔'' (رسالہ گورنمنٹ ''انگریز اور جہاد'' ص ۱۴، مصنف مرزا قادیانی)

☆ ''اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔'' (ضمیمہ 'خطبہ الہامیہ' ص ۱۷، مصنف مرزا قادیانی)

☆ ''سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔'' (ضمیمہ 'خطبہ الہامیہ' ص ۱۷، مصنف مرزا قادیانی۔)

☆ ''جو شخص میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے۔ اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعی حرام ہے۔ کیونکہ مسیح آ چکا، خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے اس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ اس کو بننا پڑا ہے'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، ضمیمہ ص ۷ مصنف مرزا قادیانی)

☆ ''اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں۔ اسی وجہ سے میری عربی کتابیں عرب کے ممالک میں بھی شہرت پا گئی ہیں۔'' (تحریر مرزا قادیانی مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت ص ۲۶)

☆ ''میں نے یہ کتابیں اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بخوبی شائع کی ہیں، اس کے علاوہ روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ، بلاد شام، مصر اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا، ان کی اشاعت کی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ مجھے اس خدمت پر فخر ہے، کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی کوئی نظیر کوئی مسلمان نہیں دکھلا سکتا۔'' ('تبلیغ رسالت' جلد ہفتم، مصنف مرزا قادیانی)

☆ ''جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے، ویسے ویسے جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح و مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔'' ('تبلیغ رسالت' جلد ہفتم ص ۱۷ مصنف مرزا قادیانی)

☆ ''میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانانِ ہند پر اطاعتِ گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔'' ('تبلیغ رسالت' جلد سوم ص ۱۹۶، مصنف مرزا قادیانی)

☆ ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان

سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔" (تریاق القلوب، ص ۱۵، روحانی خزائن ص ۱۵۶ ، ۱۵۵، جلد ۱۵، مصنفہ مرزا قادیانی)

"میں نے بیسیوں کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرف زر کثیر چھاپ کر بلادِ اسلام میں پہنچائی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار ہوتی جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبریز ہیں۔" (عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی منجانب مرزا قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد ششم ص ۶۵، مجموعہ اشتہارات، ص ۳۶۷، ۳۶۶، جلد ۲)

☆ "پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں سرکار انگریز کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام کیا، کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر؟ (کوئی) نہیں۔ (کتاب البریہ اشتہار، مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء ص ۷، روحانی خزائن ص ۸، جلد ۱۳، مجموعہ اشتہارات، ص ۴۶۳، جلد ۲، مصنفہ مرزا قادیانی)

اے مرزا قادیانی تو ساری عمر جہاد کو حرام حرام کہتا رہا اور یہی شیطانی ورد کرتا کرتا تو ہاویہ میں جا پہنچا...... تو نے سوچا تھا کہ تو ملت اسلامیہ کے شاہینوں کو کرگسوں میں تبدیل کر دے گا...... جذبہ جہاد کو جب دنیا میں بدل دے گا...... شوقِ شہادت کو شوقِ سیم و زر میں منتقل کر دے گا...... جنگ جُو قوم کو جنگ فرار قوم میں بدل دے گا...... اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والوں کو فرنگی کے سامنے جھکا دے گا...... لیکن...... مرزا قادیانی...... دیکھ...... ملت اسلامیہ نے اسی جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر اور شہادتوں کے جام پی کر تیرے آقا انگریز ملعون کی حکومت کا ہندوستان سے بستر گول کر دیا اور اسے دھکیل کر برطانیہ پہنچا دیا...... اور پھر اسی سرزمین پر ایک آزاد اسلامی مملکت 'پاکستان' کی بنیاد رکھی۔ پھر پاکستان میں ایک جہادی تحریک چلا کر تیرے شیطانی چیلوں کو پارلیمنٹ کے ذریعے کافر قرار دلایا...... اور پھر ایک اور جہادی یلغار کر کے تیرے پوتے اور نام نہاد خلیفہ مرزا طاہر کو پاکستان سے بھگا کر تیرے آقاؤں کے پاس برطانیہ پہنچایا اور اب اس کا تعاقب کرتے ہوئے برطانیہ پہنچ چکے ہیں...... برطانیہ کے شہروں میں ختمِ نبوت کے دفاتر کھل چکے ہیں...... ختمِ نبوت کانفرنسیں ہو رہی ہیں اور برطانیہ کی فضاؤں میں ختمِ نبوت زندہ باد کے نعرے گونج رہے ہیں تا کہ انگریز بھی سن لے کہ اس کی جھوٹی نبوت کے تارو پود بکھر چکے ہیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

مرزا قادیانی! دیکھ...... جن مسلمانوں سے تو نے جذبہ جہاد چھیننے کی کوشش کی تھی...... انہی مسلمانوں نے جذبہ جہاد سے لیس ہو کر دنیا کی دوسری سپر پاور روس کے پرخچے اڑا دیئے اور آج بھی چیچنیا کا مسلمان...... کشمیر کا مسلمان...... فلسطین کا مسلمان...... بوسینا کا مسلمان...... بلغاریہ کا مسلمان اور دیگر کئی ملکوں کے مسلمان جذبہ جہاد سے لیس، کفار سے برسر پیکار ہیں...... اور عنقریب جہاد کی برکت سے وہ وقت آنے والا ہے جب پوری دنیا پر مسلمانوں کی حکومت ہو گی...... اور پورے عالم پر اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ (انشاء اللہ)

وہ سنگِ گراں جو حائل ہیں، رستے سے ہٹا کر دم لیں گے
ہم راہ وفا کے رہرو ہیں منزل ہی پہ جا کر دم لیں گے
یہ بات عیاں ہے دنیا پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزمِ جہاں مہکائیں گے یا خوں میں نہا کر دم لیں گے
ہم ایک خدا کے قائل ہیں پندار کا ہر بت توڑیں گے
ہم حق کا نشاں ہیں دنیا میں باطل کو مٹا کر دم لیں گے
جو سینہ دشمن چاک کرے باطل کو مٹا کر خاک کرے
یہ روز کا قصہ پاک کرے وہ ضرب لگا کر دم لیں گے
یہ فتنہ و شر کے پروردہ تخریب کے سامان لاکھ کریں
ہم بزم سجانے آئے ہیں ہم بزم سجا کر دم لیں گے

☆......☆......☆

خود جلوں اور زمانے میں اجالا کرلُوں

خوفِ حق چھوڑ کے باطل سے مدارا کرلُوں
کیسے ممکن ہے کہ مومن ہوں تو ایسا کرلُوں

میرے ماحول کی تاریک فضاؤ! بولو
کیا اجازت ہے کہ جینے کی تمنا کرلُوں

خوفِ اغیار کے سائے میں جو جینا ہے مجھے
اس سے بہتر ہے یہی موت گوارا کرلُوں

مصلحت عشق کو لینے کیلئے آئی ہے
عقلِ مکار کی مرضی ہے کہ سودا کرلُوں

باغیٔ سنتِ سرکارِ دو عالم توبہ
مجھ کو کہتے ہو کہ ایسے سے گزارا کرلُوں

جب بچانی ہے مجھے عظمتِ ناموسِ ضمیر
چاہیۓ خود کو حوادث سے شناسا کرلُوں

حاصلِ زیست حقیقت میں یہی منزل ہے
خود جلوں اور زمانے میں اجالا کرلُوں

جرم الفت نے سرِدار بلایا آسیؔ
دیکھنے آئیں تو رحمت کا نظارا کرلُوں

پروفیسر محمد حسین آسی

Monthly Mujallah
AL-HAQIQA
October 2005
Reg. No. C.P.L 590